ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

روزے
اور
صدقۂ فطر

أَخْرَجَ ابْنُ حَفْصِ بْنِ شَاهِينَ فِي فَضَائِلِ رَمَضَانَ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْمُ رَمَضَانَ مُعَلَّقٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَا يُرْفَعُ إِلَّا بِزَكَاةِ الْفِطْرِ۔ قال ابن شاهين حديث غريب جيد الاسناد۔

(الدر المنثور، سیوطیؒ ج ۱ صفحہ ۳۴۴)

ابو حفص بن شاہینؒ فضائل رمضان میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے روزے زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں اور صدقہ فطر کے بغیر اوپر نہیں جاتے۔

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم
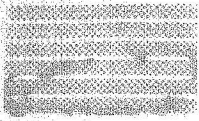
ترک نماز کی سزا

وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ ۔

ترجمہ: جان بوجھ کر فرض نماز نہ چھوڑ جس نے جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑی اس سے بلاشبہ اللہ کا ذمہ جاتا رہا۔

اس حدیث کے چند اجزا گزشتہ شماروں میں آ چکے ہیں۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری نصیحت بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جان بوجھ کر کسی سبب یا عذر کے بغیر فرض نماز نہ چھوڑو۔ کیونکہ جو کوئی فرض نماز چھوڑے گا وہ اللہ تعالٰے کے ذمہ سے الگ ہو جائے گا اور پھر اللہ اگر اسے اس کی سزا دے تو یہ ظلم اور نا انصافی نہ ہو گی بلکہ عین انصاف ہو گا۔

انسانی فطری صلاحیتوں کو نشو و نما دینے، اچھے اوصاف اور پاک عادات پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالٰے نے انسان پر چند چیزیں فرض کی ہیں۔ جن کی ادائیگی آسے صحیح معنوں میں نیکی کا نمونہ بنا دیتی ہے۔ ان میں ایک اہم فریضہ نماز ہے۔ اسے پوری پابندی اور خلوص سے انجام دینے سے انسان کے اندر بہت سی خوبیاں اجاگر ہوتی ہیں، اس کے معاملات سنورتے ہیں۔ اس کا کام اور اعمال پسندیدہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے جو شخص نماز سے جان بوجھ کر منہ موڑتا ہے وہ گویا اللہ تعالٰے کا انکار کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالٰے کے وجود پر اعتبار ہی نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ اس کی طرف سے اس قدر غفلت برتتا ہے۔ اگر اس کا اللہ تعالٰے پر ایمان ہوتا تو ظاہر ہے وہ سب کام چھوڑ کر سب سے پہلے اسی کی طرف رجوع کرتا۔ اسے سب سے بزرگ و برتر ہستی کا حکم سمجھتا۔

جان بوجھ کر نماز ترک کر دینے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص آخرت کا بھی منکر ہے۔ کیونکہ اعمال کے محاسبہ کے لیے کوئی تیاری نہیں کر رہا ہے۔ گویا آخرت اور جزا و سزا اس کے لیے محض وہم اور انہونی باتیں ہیں۔ ایسا شخص روزمرہ کی زندگی میں بھی اللہ تعالٰے کے احکام کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور دین کان لپیٹ کر چلتا ہے جیسے اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

ایک شخص جو اللہ تعالٰے کا اور آخرت کا بھی منکر ہو، اس برتر اور اعلیٰ ہستی کا خوف دل میں نہ رکھتا ہو، محاسبۂ اعمال کے لیے یقین نہ رکھتا ہو وہ سب سے زیادہ سرکش، فسادی اور فتنہ پھیلانے والا اور امن برباد کرنے والا ہو گا۔ اس سے بڑھ کر سوسائٹی کا دشمن ہم جنسوں کا گلا کاٹنے والا کوئی نہ ہو گا۔ ایسے آدمی سے اللہ تعالٰے کا ذمہ اٹھ جاتا ہے۔ وہ اسے ہرگز رحمت کے سایہ میں جگہ نہیں دے گا۔ اسے جہنم میں جھونک دے گا اور سخت سے سخت تر سزا دے گا۔

نماز کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل قرار دیا ہے۔ گویا نماز ایک مسلم اور کافر کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہے۔ جو شخص یہ امتیاز ہی مٹا دے اس کا انجام معلوم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو دین کا ستون بھی بیان کیا ہے۔ جو دین کا ستون ہی گرا دے۔ وہ اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں رہتا مندرجہ بالا ارشاد نبوی کا مطلب یہی ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۲ — شمارہ نمبر ۱۷

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر:

محمد سعید الرحمن علوی

ادارہ تحریر

◎ مولانا محمد اجمل

◎ زاہد الراشدی

◎ صالح محمد صفدری

بدل اشتراک

سالانہ	۳۵ — ۰۰
ششماہی	۱۸ — ۰۰
سہ ماہی	۹ — ۵۰
فی پرچہ	۰ — ۷۵

آئینِ پاکستان

اور

ترامیم کی گرم بازاری

وطن عزیز کی طویل تاریخ میں پہلا موقعہ ۱۹۷۳ء میں آیا۔ جب اسے ... متفقہ آئینی دستاویز ملی کیونکہ اس سے پہلے اس قسم کی اول تو کوشش ... اور اگر ہوئی تو طالع آزما اور خود پسند سیاسی لیڈروں اور فوجی ... بھینٹ نذر ہو گئی۔

۱۹۷۱ء کا سال ملک کے لیے قیامت کا سال تھا کہ ایک لاکھ کلمہ گو فوجی نا اہل قیادت اور اقتدار پرست سیاسی لیڈروں کی ہوس کا نشانہ بن گئے، اس کمر توڑ اور جانکاہ حادثہ کے بعد برسرِ اقتدار آنے والی پارٹی کی طرف سبھی نے دستِ تعاون بڑھایا۔ اور محض اس لیے کہ آئین بن جائے۔ اور ملک کا مستقبل محفوظ ہو جائے۔ کیونکہ ہر دردمند پاکستانی یہ سمجھتا تھا کہ ان تمام مصائب و آلام کی بنیاد بے آئینی ہی ہے۔

چنانچہ جذبہ تعاون کام آیا۔ اور ۱۹۷۲ء کے عبوری آئین کے بعد ۱۹۷۳ء کا مستقل آئین بنا جو اب نافذ ہے۔ اس آئین کی تدوین و نفاذ پہ ملک میں جشن بھی منایا گیا۔ اور حکمران پارٹی نے تو سب سے زیادہ اہتمام کیا کیونکہ اس کا دعویٰ تھا کہ یہ کام اس کے دَور میں ہوا ہے اور محض اس کی کوششوں سے ہوا ہے۔

جو لوگ محفل اقتدار میں شریک نہ تھے انہوں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ پیپلز پارٹی کا آنا کیسے ہوا؟ سب کچھ برداشت کیا اور غلط و صحیح سارے دعاوی کو سنا لیکن تعرض نہ کیا محض ملکی سلامتی کی خاطر! کیونکہ ایسے موقعہ پہ کسی قسم کا تعرض آئین کی تدوین میں رکاوٹ بنتا یا اس کے نفاذ میں اور یہ بات کسی طرح مناسب نہیں۔

لیکن ۱۹۷۳ء سے اب تک آئین کی جو مٹی پلید ہوئی اور ہو رہی ہے وہ ایک المیہ سے کم نہیں اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ سب کچھ ان کے

ہاتھوں ہو رہا ہے جو اقتدار کی گدی پر براجمان ہیں اور جنہوں نے اس آئین کے تحت حلف اٹھایا، اس کی حفاظت، اس کے مطابق نظام حکومت چلانے اور اس مقابلہ میں اپنی "انا" چھوڑ دینے کا قوم سے وعدہ کیا، آئین کے نفاذ کے بعد بنیادی حقوق معطل کر دیے گئے اور امتناعی قوانین کی تاریکی ملک پر چھا گئی اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے بلکہ پہلے سے بڑھ گیا ہے۔ حالانکہ موجودہ حالات میں جبکہ صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ تمام پڑوسی ممالک سے تعلقات بہتر ہو چکے ہیں اور خطرات کے بادل چھٹ گئے ہیں، ایسے میں امتناعی قوانین کا سہارا لینا افسوسناک ہی نہیں بلکہ شرمناک ہے۔

اور ان ساری چیزوں سے بڑھ کر جس بات کا رونا ہے وہ ہے "ترامیم کی گرم بازاری کا مسئلہ"

اس تین سال کے عرصہ میں پانچ مرتبہ ترامیم کا عمل دہرایا جا چکا ہے اور اس پانچ مرتبہ کے عمل میں آئین کی جو دفعات براہ راست متاثر ہوئی ہیں وہ مجموعی آئین کا $\frac{1}{4}$ حصہ ہے اور حساب لگایا گیا تو جتنے دن اسمبلی کا اجلاس ہوا ہے۔ ہر پانچویں دن ایک دفعہ کی ترمیم ہوتی ہے۔ اور حیرت یہ ہے کہ اس قسم کا اقدام جب بھی کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کو قطعاً اعتماد میں نہیں لیا جاتا جو حزب اختلاف کے بنچوں پر بیٹھنے کے مجرم ہیں حالانکہ جب آئین بنا تو یہ لوگ برابر کے شریک تھے۔ بلکہ ان کی ذہنی صلاحیتوں، خلوص اور ایثار سے آئین کو زیادہ جلا نصیب ہوئی اور یہ مشکل مسئلہ حل ہوا۔

ان پانچ ترامیم میں سے ایک ترمیم جو ستمبر ۷۴ء کی ابتدا میں ہوئی اور جس کا تعلق مرزا غلام احمد کادیانی کو نبی یا مصلح و پیشوا ماننے والے لوگوں سے تھا، وہ تو بلاشبہ پوری قوم کے دل کی آواز اور اس کے جذبات کی ترجمان تھی۔ لیکن لطف یہ ہے کہ یہ ترمیم پارلیمنٹ کے اندر اور باہر قوم کی صبر آزما جدوجہد کے نتیجہ میں ہوئی سو درجن کے قریب انسانوں کا خون اور لاتعداد شریف لوگوں کا جیل جانا اس کی قیمت ٹھہرا۔

حکومت کے بنیادی پتھر نہ کشادہ دل تھے اور نہ ہی شاید پسند کرتے تھے لیکن بالآخر ایسا ہو کر رہا۔ اور باقی ترامیم ایسی ہیں جو قوم کے مجموعی مفادات، ملک کی سلامتی اور عدلیہ کے وقار کے بالکل منافی ہیں۔ انتظامیہ کو منہ زور بنانے اور انتظامیہ کے سربراہ کو غیر محدود اختیارات تفویض کرنے اور اپنے مخالفین کو بلاوجہ پریشان کرنے کے سوا ان چاروں ترامیم سے کوئی مقصد نہیں۔ لیکن یار لوگ ہیں کہ اندھے کی لاٹھی کی طرح اپنے اختیارات کا پہیہ گھما کر اور وقتی اکثریت سے فائدہ اٹھا کر ایسا کر رہے ہیں اور نتائج سے بالکل بے پروا ہیں۔

پہلی ترمیم ۷۴ء میں ہوئی اور اس میں ۸ دفعات کا تیا پانچہ کیا گیا اور پہلی جدول کی ترمیم اس پر مستزاد تھی۔ پھر ہر دفعہ میں کئی شقیں ہیں اور اس طرح ایک طویل سلسلہ ہے جو اس عمل جراحی کا شکار ہوا۔

اس ترمیم میں پاکستانی علاقوں کی حد بندی، جماعت سازی کا اصول، امراء کے ایام کارکردگی، مشاہرہ جات افواج پاکستان، عدالت عالیہ کے ممبروں میں اضافہ، ٹریبونل وغیرہ کے اختیارات کے مسائل شامل تھے۔

دوسری ترمیم کادیانیوں سے متعلق تھی۔

تیسری ترمیم ۷۵ء کے ابتدا میں ہوئی اور صدر مملکت نے اس کی منظوری ۱۳ فروری ۷۵ء کو دی۔ اس ترمیم میں دفعہ ۱۰ اور دفعہ ۲۳۲ اور ان کی مختلف شقات میں تبدیلی ہوئی۔ اس کا تعلق وطن دشمن سرگرمیوں میں ملوث افراد سے نمٹنے سے تھا۔ اور اہل فکر و نظر جانتے ہیں کہ اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی تھی؟

چوتھی ترمیم بھی ۷۵ء میں ہوئی جس کی منظوری صدر مملکت نے ۲۱ نومبر ۷۵ء کو دی۔ اس میں دس مختلف دفعات کی "اصلاح" ہوئی۔ ہر دفعہ سے متعلق کئی کئی شقیں ہیں۔ مزید یہ کہ جدول اول اور چہارم میں بھی ترمیم کی گئی۔

اس کا تعلق اسمبلی میں اقلیتی نشستوں کے انتخاب سے تھا اور مزید یہ کہ امتناعی قوانین کے تحت نظر بند افراد کے معاملات کا بطور خاص اہتمام کیا گیا اور عدلیہ کا دائرہ کار تنگ کیا گیا۔

(باقی ص ۲۷ پر)

کتاب ہدیٰ اور ہمارا طرزِ عمل

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ؛
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛
شَهْرُ رَمَضَانَ ...... تا ...... وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ٥ البقرہ آیت ۱۸۵

ترجمہ : حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم

"یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن کا نزول (شروع) ہوا ۔ وہ انسانوں کے لیے رہنما ہے ، ہدایت کی روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کر دینے والا ہے پس جو کوئی تم میں سے یہ مہینہ پائے ، تو چاہیے کہ اس میں روزے رکھے ۔ ہاں جو کوئی بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو ، تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ دوسرے دنوں میں چھوٹے ہوئے روزوں کی گنتی پوری کر لے ۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے ، سختی تنگی نہیں چاہتا ۔ اور یہ (جو بیماروں اور مسافروں کے لیے روزہ قضا کرنے کا حکم دیا گیا ہے ، تو یہ) اس لیے ہے کہ (حکمت الٰہی نے روزے کے فوائد کے لیے دنوں کی ایک خاص گنتی ٹھہرا دی ہے تو تم اس کی) گنتی پوری کر لو ۔ اور اس عمل میں دھوکے نہ رہو) اور اس لیے بھی کہ اللہ نے تم پر راہ (سعادت) کھول دی ہے ۔ تو اس پر اس کی بڑائی کا اعلان کرو ، نیز اس لیے کہ (اس کی نعمت کام میں لاکر) اس کی شکر گزاری میں سرگرم رہو ۔"
(تفسیر ترجمان القرآن ج ۱ ص ۲۶۹)

اس آیت میں

چند چیزوں کا ذکر ہے لیکن ہمیں باقی چیزوں سے قطع نظر کرتے ہوئے مجھے پہلے ٹکڑے کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے ۔ ساری آیت تبرک کے طور پر پڑھ دی اور ترجمہ بھی نقل کر دیا ۔ ویسے بھی اگلے ٹکڑوں میں روزہ کے مسائل ہیں جن پر گزشتہ صحبت میں روشنی ڈالی جا چکی ہے ۔

پہلے ٹکڑا میں ارشاد فرمایا گیا کہ
"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا ۔"
اس سے مراد ہے ابتدائی نزول ۔ جب قرآن ایک بار سارے کا سارا لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا کیونکہ دوسرا نزول جو حضور علیہ السلام پر ہوا وہ ۲۳ سال میں پورا ہوا ۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ اپنے حواشی میں فرماتے ہیں :-

"حدیث میں آیا ہے کہ صحف ابراہیمی اور توریت اور انجیل سب کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے اور قرآن شریف بھی رمضان کی چوبیسویں رات میں لوح محفوظ سے اول آسمان پر سب یک ساتھ بھیجا گیا ۔ پھر تھوڑا تھوڑا [illegible] کے مناسب احوال آپ پر نازل ہوتا رہا ۔ اور ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام

قرآن نازل شدہ آپؐ کو مکرر سنا جاتے۔ ان سب حالات سے مہینے رمضان کی حیثیت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی مناسبت اور خصوصیت خوب ظاہر ہو گئی۔ اس لیے اس مہینہ میں تراویح مقرر ہوئی۔ پس قرآن کی خدمت اسی مہینہ میں خوب اہتمام سے کرنی چاہیے کہ اسی واسطے مقرر اور معین ہوا ہے"

(ص ۳۶)

اس سے قرآن اور رمضان کی باہمی مناسبت کا اندازہ ہوتا ہے اور کئی احادیث میں بھی جو اس پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً:

"نبی علیہ السلام نے ایک ارشاد میں رمضان اور قرآن دونوں کی شفاعت کا ذکر فرمایا، کہ روزہ، روزہ دار کے لیے اور قرآن قاری کے لیے سفارش کرے گا۔"

نیز سنت تراویح اور اس میں قرآن پڑھنا اور سننا بھی اس تعلق و مناسبت کی غمازی کرتا ہے۔

اس کے علاوہ

آج جس خاص مسئلہ کی طرف توجہ دلانی ہے وہ یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ قرآن انتہائی بابرکت و باعظمت کتاب ہے جس کے ایک ایک حرف [illegible] پر اللہ تعالیٰ کم از کم دس دس [illegible] عطا فرماتے ہیں۔ لیکن آج کے دور میں دنیا کی [illegible] آبادی کا اس کتاب مقدس سے جو تعلق ہے آیا اس سے حق ادا ہوتا ہے اللہ رب العزت نے اس آیت میں قرآن کو ھدی للناس فرمایا۔ ہدایت کی واضح نشانیاں قرار دیا (بینات من الھدیٰ) اور فرقان کے نام سے یاد کیا یعنی حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب!

لیکن

سوال تو یہ ہے کہ اس سراپا ہدایت کتاب مبین سے ہمارا تعلق کیسا ہے؟

واضح ہے کہ

آج ہمارا تعلق اتنا ہی کچھ ہے کہ کوئی تقریب ہو اس کی ابتدا میں چند آیات کسی قاری سے پڑھوا لیں اگرچہ وہ تقریب صریحاً دین حق کے مخالف اور اس کا منہ چڑانے والی ہو۔ مثلاً" بنک وغیرہ کی افتتاحی تقریب میں تلاوت قرآن۔ یا الیکشنی دور میں اس کتاب مقدس کو بغل میں لے کر لوگوں سے وعدے وعید ہوتے ہیں۔ یا نئی دکان و مکان میں برکت کے لیے قرآن پڑھا جاتا ہے۔ اور یا پھر جھاڑ پھونک اور مردے کی بخشش و رفع درجات کے لیے اس کا سہارا لیا جاتا ہے۔

(یاد رہے کہ جھاڑ پھونک شرعی حدود کے اندر اور مردے کی بخشش و نجات کے لیے ختم قرآن کے ہم قائل و معترف ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ محض اتنی بات پر کفایت نہ کی جائے)

لیکن اجتماعی زندگی میں اس کتاب سے رہنمائی کرنا اور اس کے مطابق زندگی گزارنا؟ تو دور دور تلاش کریں آپ کو کہیں بھی اس کا نشان نہ ملے گا۔ بلکہ مختلف مسلم ممالک میں متعلقہ ادارے اس قسم کے قوانین بنانے اور چلانے میں مشغول ہوں گے جو صریحاً خلاف اسلام اور قرآن کی عملی تکذیب کے مترادف ہوں گے۔

اور اس سلسلہ میں

سب سے پتلی حالت ہماری ہے یعنی پاکستانیوں کی۔ کیونکہ اس ملک کی وجہ بنا، صرف اسلام ہے۔ اور یہ وعدہ کہ قرآنی نظام حکومت کا اجراء ہوگا اور اس کی روشنی میں خلق خدا اپنا وقت گزارے گی۔ پھر یہ کہ ۱۹۴۷ء کے اگست میں جب تقسیم ملک کا وقت آیا تو اتفاق سے رمضان ہی کے مبارک ایام تھے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ قرآنی نظام حکومت کے نشہ سے سرشار خلق خدا کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر قسم کے تلخ و ناگوار نتائج سے بے پروا ہو کر اپنی ساری عمر کی کمائی چھوڑ چھاڑ چلے آ رہے تھے کہ چل کر قرآنی حکومت کا نقشہ دیکھیں اور انہیں یقین تھا کہ ایسا ہو گیا تو تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔

لیکن ہوا کیا؟ یہی کہ غلامی کے دور کے وہ ایکٹ جن پر ہمارا غیر مسلم اور انتہائی ظالم و متعصب دشمن اپنا نظام حکومت قائم کئے ہوئے تھا انہی کو رنگ روغن کر کے ترمیمی ایکٹوں کا نام دے دے کر یہاں نافذ کیا گیا اور ہنوز وہ سلسلہ جاری ہے۔

اور جہاں تک رنگ و روغن کا تعلق ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظلمت و غلامی کے دور کے ان ایکٹوں کو اپنی ملی و قومی روایات کے ہم آہنگ کیا گیا بلکہ ان کا مزید حلیہ بگاڑا گیا اور متجدد زدہ اور الحاد کا شکار مسلمانوں نے ان میں الحاد کا رنگ بھرا۔

ہمارے اس دعوے کا ثبوت

ملک کا ایک ایک قانون ہے اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ان ۲۹-۳۰ سالوں میں اسلامی نقطہ نظر سے ہم پیچھے ہی گئے ہیں۔ آگے ایک قدم نہیں بڑھے۔

اس کا نتیجہ واضح ہے

کہ زمینی و آسمانی آفتیں اور بلائیں ہمارا محاصرہ کئے ہوئے ہیں اور ہمارا سکھ چین غارت ہو چکا ہے۔ قرآن اتارنے والے خدا نے سورہ طٰہٰ میں فرمایا:۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا۔

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کو ملنی ہے گذران تنگی کی۔

اس ایک جملہ میں خالق کائنات نے راہ حق و صواب سے دور اور قرآنی ہدایت سے محروم لوگوں کی دنیوی زندگی کا نقشہ کھینچ دیا۔ کہ وہ تنگی ہی تنگی کا شکار رہیں گے۔ اور بس۔

گزشتہ دن

قیامت کے دن تھے۔ سیلاب اور بارشوں نے پورے ملک کی زندگی تلپٹ کر دی تھی۔ جب ذرا وہ سلسلہ تھما تو سوچا کہ شاید بلا ٹل گئی۔ لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ دوبارہ وہی سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور حکومت کے ذمہ دار بھی چیخ رہے ہیں لیکن اس چیخ و پکار کا کیا فائدہ ہوگا۔ جب کہ حالت یہ ہے کہ رمضان جیسے رحمت، برکت اور نزول قرآن کا مہینہ ہے اسی حال میں گزر رہا ہے کہ اس میں کاروبار فسق و فجور زوروں پر ہے جب کہ کتاب ہدایت نے روزہ و مقصد تقویٰ و طہارت ارشاد فرمایا ہے۔

آئیے!

آج جبکہ ہماری زندگی اجیرن ہو چکی ہے۔ اس

کتاب مقدس کو مضبوطی سے تھام کر

اس کے سانچہ میں اپنی زندگیاں ڈھال لیں اور اسی میں ہماری خیر و فلاح کا راز مضمر ہے۔

اللہ تعالےٰ حسن عمل کی توفیق بخشے!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

پیش کش : جناب ظہور احمد صاحب ۔ (۱۲) ۔ ترتیب : علوی

احسن القصص

افادات : حضرت مولانا علامہ نور الحسن پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

واللہ غالب علیٰ امرہ الآیہ

دیکھو، کل بھی آپ سماعت فرما چکے، ایک صاحب نے لکھا اور بہت خوب لکھا کہ برادرانِ یوسفؑ، یوسفؑ کو بے وطن بنا رہے ہیں۔ قافلہ والے انہیں ذریعہ بنا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں شاہِ زمین بنا رہے ہیں۔ یہی مطلب ہے واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ واقعہ کی نوعیت اور اس کی صورت پر آپ غور فرمائیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ساری دنیا مل کر ایک شخص کی قیمت گھٹانا چاہتی ہے ادھر اللہ اس کی قیمت بڑھانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں۔ جو طریق کار ہم نے اختیار کیا ہے اس سے ہم انہیں ذلیل بنا رہے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس طرح انہیں باعزت بنایا جا رہا ہے۔

واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون

اللہ تعالیٰ ہر معاملہ پر غالب ہے لیکن آدمی ظاہری صورت کو دیکھتا ہے حقیقت کو نہیں سمجھتا۔ جب تک نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کوئی بھی یقین اور وثوق سے نہیں کہتا کہ ان سے یہی نتیجہ برآمد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے۔ یعنی اپنے ہر ارادے کو نافذ کرنے پر پوری طرح قادر ہے لیکن لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے۔

ولما بلغ اشدہ اتیناہ حکما و علما۔ جب یوسف علیہ السلام اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے۔ قرآن نے یہ نہیں بتایا کہ ان کا سن شریف کتنا تھا؟ تورات اور تاریخ کا بیان ہے کہ ۳۰ یا ۳۵ سال کی عمر ہے۔ یعنی یوسف علیہ السلام جب پوری طرح جوان ہو گئے تو ہم نے انہیں دو باتوں سے نوازا ایک تو انہیں "حکم" عطا کیا اور ایک "علم"۔ حکم کے دو معنی ہیں ایک اس کا معنی ہے "حکمت عمل"۔ ایک اس کا معنی ہے العلم المؤید بالعمل" وہ علم جس کی تائید عمل سے ہوتی ہو تنہا علم نہ ہو بلکہ اس علم کے مطابق عمل بھی ہو اور حکم کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں جو فلاں نے یہ حکم فرمایا اور میں نے یہ حکم سنا۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام پوری قوت اور بھرپور جوانی کو پہنچے تو ہم نے انہیں قوتِ فیصلہ سے نوازا اور انہیں معلومات سے نوازا۔

وکذالک نجزی المحسنین اور جو نیک کردار ہوتے ہیں انہیں ایسے ہی نوازتے ہیں یعنی یہ سلوک صرف حضرت یوسف علیہ السلام سے نہیں ہوا۔ ہر وہ شخص جو محسن اور صالح اور نیک عمل ہوگا اسے ہم دیتے ہیں۔

آپ آگے سماعت فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے دامن کی طہارت کی صفائی پہلے ہی دے دی۔

وکذالک نجزی المحسنین۔ جیسا بدلہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو دیا ویسا بدلہ ہم تمام نیک لوگوں کو دیتے ہیں۔

اس کے بعد اس بات کا بیان ہے کہ یوسف علیہ السلام جس خاتون کے گھر مقیم تھے۔ بلکہ عام طور پر ہمارے یہاں بھی یہی ہے کہ گھر والی نے یہ کہا۔ گھر کی نسبت عام طور پر خاتون کی طرف ہی کی جاتی ہے۔ قرآن نے بھی یہی پیرایہ اور تعبیر اختیار کی۔ جس خاتون کے گھر میں یوسف علیہ السلام کا قیام تھا وہ یوسف علیہ السلام پر بری نگاہ رکھتی تھی، اندازہ یہ ہے، قیاس یہ کہتا ہے۔

(باقی صفحہ ۲۸ پر)

آقائی و مولائی حضرت لاہوری کے حضور میں

خاکپائے حضرت شیخ التفسیر لال دین اخگر

یاد تیری اپنے حق میں دولتِ ایمان ہے کیونکہ تیری زندگانی دعوتِ قرآن ہے
تیرے ارشادات میں ہر مرض کا درمان ہے اور تیرے حُسنِ عمل میں عشق کا سامان ہے
تیرے ہونٹوں میں سدا رہتا تھا قرآنِ حکیم
نور برساتا تھا ہم پر رات دن ربِّ کریم

اسوۂ اسلاف کی حامل تھی تیری زندگی طالبِ حق کے لیے کامل تھی تیری زندگی
اپنی ناؤ کے لیے ساحل تھی تیری زندگی سنّتِ نبوی کا اِک حاصل تھی تیری زندگی
زندگی پہ تیری یہ مصرعہ ہے صادق برملا!
"ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما!"

اے مفسّر! اے محدّث! اے فقیہہ پاکباز سندھیؒ و محمودؒ کو تھا تیری فرزندی پہ ناز
کارفرما تیری تربیت میں دستِ کارساز تجھ کو قدرت نے بنایا واقفِ رازِ نیاز
نعمتِ خیراً کثیرا تیری قسمت بن گئی
تیری صحبت سب کے حق میں وجہِ رحمت بن گئی

سالہا تک کس کا مسکن مرجعِ ابرار تھا کس کی مسجد کس کا حجرہ مرکزِ احرار تھا؟
چشمِ بینا کے لیے تُو بقعۂ انوار تھا کیونکہ تیرا قلبِ صافی مخزنِ اسرار تھا؛
دیکھنے والے تجھے کہتے تھے اِک حجرہ نشین
مانتے تھے۔ پہچاننے والے امام الآخرین

بالیقین ہے۔ تیری منزل آج فردوس و جناں خاکیوں کو چھوڑ کر تُو نوریوں سے ہمزباں
اپنے ورثہ کا بنایا۔ جن کو تُو نے پاسباں "تیرا انور، تیرا اجمل، تیرا اکمل نورِ جاں"

تو میانی کی فضا میں گرچہ محوِ خواب ہے
اُن کے دم سے گلشنِ قرآں ترا شاداب ہے

ل۔ "احمد علی اللہ کا نور ہے۔ میں شیرانوالہ کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے جیسے فرشِ زمین سے عرشِ بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا کو منور کر رہی ہیں۔" (قطبِ دوراں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نور اللہ مرقدہ)

رمضان المبارک شہر القرآن ہے۔ قرآن سمیت تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے اسی مہینہ نازل ہوئے۔ اللہ تعالٰی نے اسے عبادت صوم کے لیے منتخب فرمایا۔ اور اس کے جتنے کچھ فضائل و برکات ہیں ان سے ذخیرہ حدیث بھرا پڑا ہے۔

اس کے علاوہ اس مہینہ میں بعض واقعات ایسے رونما ہوئے جنہوں نے مسلمانوں کی قومی زندگی پر گہرا اثر ڈالا۔

ان واقعات میں بدر و فتح مکہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بدر کا واقعہ ہجرت نبوی کے دوسرے سال رمضان میں پیش آیا۔ مشہور ترین اور صحیح ترین تاریخ ۱۷ رہے جبکہ فتح مکہ کا واقعہ ۸ھ میں ۲۰ رمضان کو پیش آیا۔

★

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی قبل از نبوت میں مکہ میں آپ کا جو احترام تھا اس سے ایک زمانہ آگاہ ہے۔ لوگ اس حد تک آپؐ کے مداح تھے کہ نام کے بجائے الصادق اور الامین سے آپؐ کو پکارتے اور یاد کرتے۔ اہم ترین معاملات و مسائل میں آپؐ سے رہنمائی حاصل کرنا اور اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھنا عام تھا۔

لیکن

جونہی آپ نے پیغام خداوندی اس معاشرے کے سامنے پیش کیا تو سبھی دشمن ہوگئے۔ بلکہ قرابت دار دشمنی میں زیادہ سرگرم تھے۔ قبول اسلام کی رفتار بہت دھیمی تھی۔ اور آپ کے دامن سے وابستگی کا مطلب جہان بھر کے مصائب کو دعوت دینے کے مترادف تھی لیکن بہرحال جن کے مقدر میں جس جس وقت یہ دولت لکھی تھی وہ آتے گئے اور دامن مراد بھرتے گئے۔

اس حق شناسی اور قبولیت دین اسلام کی جو سزائیں اس زمانہ میں سہنا پڑیں وہ تاریخ کا خونی باب ہے اور دہرانے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ یہ واقعات معلوم و معروف ہیں۔

★

۱۳ سالہ خونچکاں دور یوں ختم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نبیؐ کو اپنے رفقاء سمیت مکہ چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپؐ اور آپؐ کے رفقاء یثرب تشریف لے گئے جسے مدینتہ النبی کے نام سے یاد کیا گیا۔ اور یہی نام مقدس تاریخ کا جلی عنوان بن گیا۔

اسعد گیلانی کے قلم سے

مدینہ میں آپؐ اور آپؐ کے مہاجر رفقاء کے میزبان اوس و خزرج کے وہ صاحب دل اور صاحب فکر لوگ تھے۔ جنہیں خدا نے دولت اسلام سے نوازا تھا ان لوگوں نے اپنے خستہ حال ساتھیوں کی بحالی کے لیے جو قربانی دی اور جس ایثار کا مظاہرہ کیا تاریخ کے صفحات اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

★

مدینہ کی آبادی کا ایک دوسرا اہم عنصر یہود تھے جو نسلی و قومی فخر و غرور کا بری طرح شکار تھے۔ اور آگے چل کر اسلام کے بدترین حریف ثابت ہوئے۔ اور ان کی دشمنی و عداوت آج تک علی حالہ قائم ہے۔

نبی علیہ السلام نے ابتدائی مرحلہ میں ہی مدینہ کی تمام اقوام کو دعوت دے کر ایک معاہدہ کیا جسے میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ اصول منضبط کئے گئے جو اس شہر میں مل جل کر رہنے کے لیے رہنما ثابت ہوئے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہود نے روایتی بدعہدی کا مظاہرہ کیا اور معاہدہ کی پاسداری نہ کی اور بالآخر انہیں سزا بھگتنا پڑی۔ جس کی صورت بنی قریظہ کا قتل اور بنی نضیر کی جلاوطنی ہے۔

★

کفارِ مکہ کی عداوت مزید بھڑک اٹھی اور انہوں نے کئی سو میل دور چلے جانے والے "دشمن" کے متعلق سوچنا شروع کر دیا کہ کس طرح اس کو ٹھکانے لگایا جائے۔
یہی وہ موڑ ہے جس پہ آ کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ و قتال کی اجازت دی۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ الخ (حج) ورنہ اب تک جنگ کی اجازت نہ تھی۔

★

کفار نے ایک تجارتی قافلہ ترتیب دیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اجتماعی کاروبار سے جو نفع حاصل ہو اس سے ضروریات کا سامان خرید کر مسلمانوں سے نمٹ لیا جائے۔ قافلہ کی قیادت ابوسفیان کر رہے تھے جو ہنوز مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ بڑی خطرناک سوچ تھی۔ اور اس کا توڑ ہر اعتبار سے ضروری تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام رفقاء کی ایک جماعت کے ساتھ اس قافلہ کو روکنے نکلے تو قافلہ والوں کو پتہ چل گیا اور انہوں نے راستہ بدل لیا۔ مزید ابوجہل کو اطلاع ملی جو غصہ اور انتقام میں بھڑکا ہوا ہزار نفوس کا لشکر لے کر نکلا اور قرآن کی تصریح کے مطابق شیطان تھپکی دینے کے لیے اس کے ساتھ تھا اور اسے کہہ رہا تھا کہ بس آج تم ہی کامیاب ہو گے۔ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ۔

★

مسلمانوں کے سامنے اس وقت دو قافلے تھے ایک تجارتی دوسرا جنگی۔ سورۃ انفال میں ان کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو لشکروں میں سے ایک سے تمہاری مڈبھیڑ یقینی تھی تم آسانی کی راہ چاہتے تھے۔ یعنی تجارتی قافلہ لیکن اللہ تعالیٰ دنیا سے کفر کی جڑیں کاٹنے اور حق کو غالب کرنے کے لیے یہ چاہتے تھے کہ جنگی مقابلہ ہو۔

★

مستشرقین یورپ اور ان کی دیکھا دیکھی تجدد زدہ مسلمانوں نے یہ راگ الاپنا شروع کر دیا۔ کہ یہ تو بڑی غلط بات ہے کہ تجارتی قافلہ کو روکا جائے۔ اور شبلی مرحوم جیسے آدمی نے بھی حالات کو گڈمڈ کرنا چاہا۔ لیکن ہم اسلاف امت کی رائے کو تسلیم کرتے ہوئے پوری جرأت سے کہتے ہیں کہ ایسا کرنا ہر اعتبار سے صحیح تھا۔

آخر اس کی کیا تک ہے کہ جو لوگ ہجرت کر کے اتنی دور جا چکے ہیں ان کو ستایا جائے اور ان کے قتل و ہلاکت کے منصوبے بنائے جائیں؟ دشمن کو اتنا موقعہ دینا کہ وہ پوری طرح چڑھ آئے کہاں کی دانشمندی ہے؟

★

آخر خدا کی بات پوری ہوئی۔ مدینہ سے قریباً ۸۰ میل دور بدر کے کنوئیں پر مڈبھیڑ ہوئی۔ مسلمانوں کا لشکر تھوڑا، کافروں کا تگنا، ادھر اسلحہ نہ سامان رسد، اِدھر ہر چیز کی بہتات۔ پھر قرآن کی تصریح کے مطابق میدان کا بہترین حصہ کافروں کے قبضہ میں لیکن خدا کی نصرت و مدد کام آئی۔ محمد علیہ السلام کی رات بھر کی دعائیں اور صحابہؓ کا جوش جہاد جیسی چیزیں اصل سرمایہ تھا۔ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں کہ جبریلؑ نے آ کر تسلی دی۔ فتح و نصرت کا پیغام دیا۔ تمہید کے طور پر بارش برسی جو مسلمانوں کے حق میں رحمت ثابت ہوئی تو کافروں کے حق میں زحمت۔ پھر خدا نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ کفار کو لشکر بہت نظر آتا لیکن مسلمان کافروں کو قلیل مقدار میں دیکھتے۔ میدان جنگ کی ایک اونگھ ساری پریشانی اور گھبراہٹ کے دور کرنے کا باعث ہوئی۔ صحابہؓ میدان میں اترے، فرشتوں کی امداد ساتھ تھی۔ آخر ستر کافر گاجر مولی کی طرح کٹ کر میدان میں اسی اسی جگہ موجود تھے جس جس مقام کی نشاندہی حضور علیہ السلام نے اللہ سے علم پا کر پہلے فرما دی تھی۔ اور دنیائے کفر کا سردار ابوجہل دو معصوم بچوں کی جرأت اور غیرت ایمانی کا شکار ہو گیا۔ ستر کافر قیدی ہوئے۔ مسلمانوں میں سے ۱۴ حضرات شہید ہوئے۔ ستر کافروں کی نعشیں بدر کے کنوئیں میں ڈال دی گئیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ "جب تم نے میری نہ مانی"

یہ دن تاریخ ساز دن ہے، انقلاب آفریں دن ہے خدا نے اسے سورۂ انفال میں "الفرقان" کے نام سے یاد کیا۔ لیکن اس انقلاب کی بنیاد محض اور محض نصرت خداوندی تھی۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

★

دنوں دن گزرتے گئے، احد و خندق کے معرکے چشم فلک نے دیکھے حتیٰ کہ ۱۴ سو قدسیوں کی جماعت ۶ھ میں اپنے نبی کی قیادت میں اللہ کے گھر کی زیارت کو چل پڑی۔ کفار قریش کسی ضابطہ قانون سے ان کو روک نہ سکتے تھے لیکن انہوں نے حدیبیہ میں روکا۔ حضور علیہ السلام ۱۴ سو جانثاروں کے باوجود جنگ سے گریزاں تھے کہ خونریزی پسند نہ تھی اپنے سفراء بھیجے کہ کفار کو حقیقت بتلائیں۔ آخری سفیر حضرت عثمانؓ تھے۔ ان کے قتل کی خبر پر بیعتِ رضوان ہوئی جس میں حضور علیہ السلام نے اپنے ایک ہاتھ کو دستِ عثمانؓ قرار دے کر غائبانہ بیعت کی۔

بہرحال آپ کو ایک معاہدہ کرنا پڑا جس کی شرائط تاریخ و سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں وہ بہت نرم تھیں اور عام ذہن انہیں شکست پر محمول کرتے تھے لیکن خدا کا نبی جو وحی کی عینک سے حالات کا تجزیہ کرتا ہے اس میں "فتح مبین" کی جھلک دیکھ رہا تھا۔

★

۷ھ میں یعنی حدیبیہ سے اگلے سال مسلمان حسب معاہدہ آئے اور زیارت کعبہ سے آنکھیں ٹھنڈی کر کے واپس چلے گئے۔ لیکن کفار نے چند سے بعد معاہدہ توڑ دیا۔ اب ان کو مہلت دینا صحیح نہ تھا چنانچہ نبی امیؐ دس ہزار رفقاء سمیت مکہ کو چل پڑے۔

کجا وہ صورت حال کہ آپ رات کی تاریکی میں مکہ سے نکل رہے تھے اور حسرت بھری نگاہوں سے کعبہ کو دیکھ کر دل ہلا دینے والے جملے ارشاد فرما رہے تھے اور کجا آج کا یہ عالم کہ دس ہزار کا لشکر لے کر آپ اسی شہر میں تشریف لائے اور اس طرح کہ راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

★

آج آپ کا داخلہ اس شہر میں ہے جس کے باسیوں نے شرافت، تہذیب اور خون کے رشتوں کی پرواہ کئے بغیر ہر ظلم توڑا تھا جو حضرت سمیہؓ کے قاتل تھے جو حضورؐ کی بیٹی رقیہؓ کو زخمی کرنے والے تھے جنہوں نے حضرت حمزہؓ کی مظلومیت کا تماشا دیکھا۔ جنہوں نے بلالؓ و صہیبؓ اور آل یاسر پر ظلم توڑے۔ جنہوں نے ننگی تلواریں ہوا میں لہرا کر ہجرت کی رات آپ کی راہ روکی۔ لیکن آپ شہر میں داخل ہو رہے ہیں سر جھکائے ہوئے یاد الٰہی میں منہمک!

★

ارشاد ہوتا ہے امن، امن، امن۔ حتیٰ کہ بغیر کسی خونریزی کے فتح کا تاج قدرت آپ کے سر رکھ دیتی ہے۔ سب سے پہلے معبد بیت اللہ کو بتوں سے صاف کر دیا جاتا ہے اور حضور علیہ السلام ابر رحمت بن کر مکہ پر چھا جاتے ہیں۔ اور فرما دیتے ہیں۔

"جاؤ، سب کو معاف کیا جاتا ہے جو تم نے کیا اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اللہ تم پر رحم کرے"

رحمت و سوز دروں میں ڈوبی ہوئی اس آواز سے ظلم و تاریکی کے سارے بادل چھٹ جاتے ہیں اور مکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رحمت و امن اور توحید و معرفتِ ربانی کا گہوارہ بن جاتا ہے۔

خدا سے ڈرو اور مکر و فریب سے کام نہ لو!
یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو
(ظہیر نیازی بیگی)

ماخوذ من "الدر المنثور" "تحقیق : امام جلال الدین السیوطیؒ"

قسط دوم

روزہ

تلخیص و ترتیب : ابو الراشد الراشدی

اعضاء بدن کی تسبیح، بدن کی زکوٰۃ، جہنم سے دوری، خصوصی دسترخوان

ڈھال

طبرانیؒ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ روزہ ڈھال ہے جب تک اسے سوراخ نہ کر دیا جائے۔ پوچھا گیا کہ کس چیز کے ساتھ ڈھال ٹوٹتی ہے، فرمایا جھوٹ کے ساتھ یا غیبت کے ساتھ۔

نصف صبر

ترمذی اور بیہقی نے بنو سلیم کے ایک شخص سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا سبحان اللہ نصف ایمان ہے۔ الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور اللہ اکبر زمین و آسمان کے درمیان خلاء کو بھر دیتا ہے اور وضو نصف ایمان ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔

بدن کی زکوٰۃ

ابن ابی شیبہؒ اور ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ نصف صبر ہے اور ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

ہڈیوں کی تسبیح

ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناشتہ کر رہے تھے۔ حضرت بلالؓ سے آپ نے فرمایا آؤ میرے ساتھ ناشتہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرا روزہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہم جنت میں اپنا رزق بھی کھائیں گے اور بلالؓ کو زائد ملا ہوا رزق بھی کھائیں گے۔ اے بلالؓ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ روزہ دار کی ہڈیاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں اور فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جب تک اس کے سامنے کوئی کھانا کھاتے رہے۔

جوڑوں کی تسبیح

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت مجاہدؒ سے روایت کیا ہے کہ روزہ دار کے سامنے جب تک کوئی شخص کھانا کھاتے رہے اس کے بدن کے جوڑ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

دوزخ سے دوری

ابو یعلیٰؒ، طبرانیؒ اور بیہقیؒ حضرت بن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے اتنی مسافت پر دور کر دیتے ہیں جتنی مسافت کہ ایک کوا بچپن میں اڑنا شروع کرے اور بوڑھا ہو کر مرنے تک سفر کرتا رہے۔

تین مقبول دعائیں

بزارؒ اور بیہقیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین دعائیں قبول ہوتی ہیں (۱) روزہ دار کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) اور مظلوم کی دعا۔

گناہ سے بچاؤ

بیہقیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مسجد میں تشریف لائے وہاں کچھ صحابہؓ بیٹھے تھے۔ آپ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا تم میں سے جس شخص کو استطاعت ہو وہ نکاح کرے اور جسے استطاعت نہ ہو اس پر روزہ لازم ہے کیونکہ روزہ اس کے لیے بچاؤ ہے اور رگ کو کاٹنے والا ہے۔

غیر مردود دعا

ابن ماجہؒ، حاکمؒ اور بیہقیؒ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک روزہ دار کے لیے افطاری کے وقت ایک دعا ایسی ہوتی ہے جو رد نہیں کی جاتی۔

مخصوص حوض

بزارؒ نے حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کو قیامت کے دن روزہ دار ... اسی شخص
ہوگا جس پر دوسرے لوگ نہیں آسکیں گے۔

صحت کا باعث — طبرانیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد کرو تاکہ غنیمت حاصل کر سکو، روزے رکھو تاکہ تمہاری صحت برقرار رہے اور سفر کیا کرو تاکہ تم میں استغنا پیدا ہو۔

کستوری جیسی خوشبو — ابن سعدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن حبانؒ، حاکمؒ، اور بیہقیؒ حضرت حارث الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کو حکم دیا اور فرمایا کہ ان پر خود بھی عمل کریں اور قوم کو بھی عمل کا حکم دیں۔ قریب تھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اس میں تاخیر فرما دیتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ کلمات کی تلقین فرمائی تھی اور کہا تھا کہ ان پر خود بھی عمل کریں اور قوم کو بھی عمل کا حکم دیں یا تو قوم کو آپ یہ بات بتا دیں یا مجھے فرمائیں۔ میں انہیں بتا دیتا ہوں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ یہ بات لوگوں تک پہنچانے میں سبقت کر گئے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر ناراض ہو جائیں گے یا مجھے گرفت فرمائیں گے۔ پھر آپ نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع کیا، حتیٰ کہ بیت المقدس لوگوں سے بھر گیا اور لوگ چھت پر بھی بیٹھ گئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کی تلقین فرمائی ہے کہ ان پر خود بھی عمل کروں اور لوگوں کو بھی عمل کی تلقین کروں۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ پس بے شک شرک کی مثال یہ ہے جیسے ایک شخص خالص اپنے مال سے ایک غلام خریدے اور اسے کہے کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے۔ یہ کام کرو اور کام کر کے مجھے دے اب وہ شخص کام تو اس کا کرے اور ادائیگی کسی اور کو کرے۔ پس تم میں سے کون شخص اس بات پر راضی ہوگا کہ اس کا غلام اس قسم کا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نماز کا حکم دیا ہے پس جب تم نماز ادا کرو تو اپنی توجہ کو ادھر ادھر مبذول نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک نمازی کے چہرے کی طرف متوجہ رہتے ہیں جب تک وہ ادھر ادھر توجہ نہ کرے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں روزہ کا حکم دیتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص جماعت میں شامل ہے اور اس کے پاس ایک پوٹلی میں کستوری ہے اب اس کی خوشبو ساری جماعت کو خوش کرے گی اور بے شک روزہ دار کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ کا حکم دیا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص دشمنوں کے نرغہ میں آ جائے وہ اس کے ہاتھوں کو گردن کے پیچھے باندھ دیں اور اس کی گردن مارنے کے لیے اسے آگے کریں۔ اس حالت میں وہ ان سے کہے کہ میرا سارا مال لے کر میری جان بخشی کر دو اور وہ اس کی جان بخشی کر دیں۔ پانچویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا کرو۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے ایک شخص کے پیچھے دشمن لگا ہوا ہو، اور وہ تیز دوڑتا ہوا ایک قلعہ کے پاس پہنچ جائے اور اس میں پناہ لے لے۔ اسی طرح بندہ شیطان سے اپنے آپ کو اللہ کے ذکر کے سوا نہیں بچا سکتا۔

روزے کی شفاعت — احمدؒ، ابن ابی الدنیاؒ، طبرانیؒ اور حاکمؒ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن پاک دونوں قیامت کے روز شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا کہ یارب اس شخص کو میں نے کھانے، پینے اور خواہش کی تکمیل سے روکے رکھا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمائے اور قرآن کہے گا یارب میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا اس لیے اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیں پس دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

فی سبیل اللہ روزہ — بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، النسائیؒ اور بیہقیؒ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جہاد کے دوران) ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور آگ کے درمیان ستر سال کی مسافت جتنی دوری پیدا کر دیتے ہیں۔

وسیع خندق — طبرانیؒ، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور آگ کے درمیان، زمین و آسمان کے درمیان خلا جیسی خندق بنا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ

احمدؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ، ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی (۱) روزہ دار کی دعا جب تک وہ افطار نہ کرلے (۲) عادل حکمران کی دعا اور (۳) مظلوم کی دعا۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے کھول دیتے ہیں اور فرماتے ہیں میری عزت کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ اس میں کچھ تاخیر ہو جائے۔

خاص دسترخوان

ابن ابی الدنیاؒ کتاب الجوع میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روزہ داروں کے منہ سے کستوری جیسی خوشبو آتی ہے اور ان کے لیے قیامت کے دن عرش کے نیچے دسترخوان بچھایا جائے گا اور وہ اس سے کھائیں گے جب کہ دوسرے لوگ حساب کتاب کی سختیوں میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔

عجیب کھانے

طبرانیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک دسترخوان بنایا ہے جس پر ایسے ایسے کھانے ہوں گے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا۔ اس دسترخوان پر روزہ داروں کے سوا کوئی نہیں بیٹھ سکے گا۔

قیامت کے دن آرام

ابوالشیخ بن حبانؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن روزہ دار قبروں سے نکلیں گے اس حال میں کہ وہ منہ کی خوشبو سے پہچانے جائیں گے ان کے منہ کی خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہوگی وہ ایسے دسترخوانوں اور افنائیوں کو حاصل کریں گے جن پر کستوری کی مہر ہوگی ان سے کہا جائے گا کھاؤ اس لیے کہ تم بھوکے رہے پیو اس لیے کہ تم پیاسے رہے۔ لوگوں کو چھوڑو اور تم آرام کرو کیونکہ تم اس وقت عبادت میں جڑے تھے جب سب لوگ آرام کر رہے تھے پس وہ کھائیں پئیں گے اور آرام کریں گے جب کہ لوگ مشقت اور پیاس میں مبتلا ہوں گے۔

عرش کے سائے میں

ابن ابی الدنیاؒ کتاب الاھوال میں معبد بن سمیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن سورج چند ذراع کی مسافت پر آکر رک جائے گا جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ اس کے شعلے، لو اور دھواں باہر آئے گا، حتیٰ کہ زمین پر لوگوں کا گندگی سے زیادہ بدبودار پسینہ بہنا شروع ہو جائے گا اور اس وقت روزہ دار عرش کے نیچے سائے میں ہوں گے۔

ارشادِ خداوندی

اصبہانیؒ ابوسلیمانؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس زندگی میں سب سے اچھی حدیث ابوعلی الاصم سے سنی ہے کہ قیامت کے دن روزہ داروں کے لیے دسترخوان بچھائے جائیں گے اور وہ ان سے کھائیں گے جب کہ لوگ حساب کتاب میں مصروف ہوں گے۔ وہ کہیں گے یا اللہ ہمارا حساب ہو رہا ہے اور یہ لوگ کھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے بہت لمبا زمانہ یہ لوگ روزہ رکھتے رہے اور تم کھاتے پیتے رہے اور یہ لوگ راتوں کو قیام کرتے تھے اور تم سوتے رہتے تھے۔

جنت میں بالاخانہ

بیہقیؒ نے حضرت ابومالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک بالاخانہ ہے جس میں باہر کا منظر اندر سے اور اندر کا منظر باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بالاخانہ ایسے شخص کے لیے تیار کیا ہے جس نے لوگوں کے ساتھ نرم گفتگو کی اور غرباء کو کھانا کھلایا اور پے در پے روزے رکھے اور راتوں کو اس وقت نماز پڑھی جب کہ لوگ نیند میں مصروف تھے۔

افطار کے وقت دعا

بیہقیؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہر مومن کے لیے روزہ افطار کرتے وقت ایک دعا کی قبولیت ہوتی ہے یا تو دنیا میں اس کا نتیجہ ظاہر ہو جاتا ہے یا وہ دعا اس کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنا دی جاتی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ افطاری کے وقت یہ دعا کیا کرتے تھے، یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ اِغْفِرْلِیْ اے وسیع بخشش کرنے والے مجھے بخش دے۔

جنت واجب ہو گئی

احمدؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہؓ سے پوچھا آج تم میں سے کسی مسلمان بھائی کے جنازے میں کون شامل ہوا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہوا ہوں، آنحضرتؐ نے پوچھا تم میں سے آج مریض کی عیادت کس نے کی ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے! آپ نے دریافت کیا آج تم میں سے صدقہ کس نے کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے! آپؐ نے استفسار فرمایا تم میں سے آج کس نے روزہ رکھا ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا میں نے! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، واجب ہو گئی واجب ہو گئی (یعنی جنت)

روزہ داروں کے دسترخوان

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عبداللہ بن رباح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور میں راستے سے گزرتے ہوئے ایک راہب کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا قیامت کے دن دسترخوان بچھائے جائیں گے اور ان پر سب سے پہلے وہ لوگ بیٹھیں گے جو دنیا میں روزے رکھتے رہے۔

بلا عذر ترکِ روزہ

ابن ابی شیبہؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ، ابن خزیمہؒ، دارقطنیؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان کا ایک روزہ کسی مرض یا شرعی عذر کے بغیر نہ رکھا اگرچہ وہ پوری زندگی روزے رکھتا رہے۔ اس ایک روزے کی قضا (کما حقہٗ) نہیں ہوگی۔

رمضان گناہوں کو جلا دیتا ہے

ابن مردویہؒ اور اصبہانیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ماہ رمضان کو اس لیے رمضان کہتے ہیں کہ "لانہ رمضان یرمض الذنوب" رمضان گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

نجات کا راستہ

مالکؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ابوداؤدؒ اور نسائیؒ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا جس کے سر کے بال پراگندہ تھے (یعنی اس پر سفر کی علامات تھیں) اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہِ رمضان کے روزے إلّا یہ کہ تم اپنی خوشی سے اور دنوں میں بھی نفل روزے رکھو۔ پھر اس نے سوال کیا یہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی زکوٰۃ فرض کی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زکوٰۃ کے احکام بتائے۔ اس پر اس اعرابی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مشرف کیا ہے میں نہ اس سے زیادہ کروں گا نہ کم۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس نے نجات پائی یا فرمایا یہ جنت میں داخل ہوا۔

جنت کے دروازے

مالکؒ، ابن ابی شیبہؒ، بخاری، نسائی اور بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب ماہِ رمضان شروع ہوتا ہے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

منادی کی پکار

ترمذیؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ، ابن خزیمہؒ، حاکمؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے۔ شیطان اور سرکش جن قید کر دیے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور ان میں ایک دروازہ بھی نہیں کھلتا، جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ایک دروازہ بھی بند نہیں ہوتا۔ اور ہر رات پکارنے والا لوگوں کو ندا دیتا ہے کہ اے خیر کے طلب گار آگے بڑھ اور شر کے طلب گار رک جا! اور اللہ تعالیٰ ہر رات کچھ لوگوں کو آگ سے آزاد فرما دیتے ہیں۔

آگ سے آزادی

احمدؒ، طبرانیؒ، اور بیہقیؒ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر روزہ کی افطاری کے وقت کچھ لوگوں کو آگ سے آزاد فرما دیتے ہیں۔

گناہوں کا کفارہ

مسلمؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان المبارک دوسرے رمضان المبارک تک کے درمیانی کے تمام گناہوں کا کفارہ ہیں، اگر کبیرہ گناہوں سے بچتا رہا۔

رمضان کے حدود و آداب

ابن حبانؒ اور بیہقیؒ حضرت ابوسعید

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

ایڈیٹر کے قلم سے

حضرت لاہوری قدس سرہ

جن کی ساری عمر کتاب الٰہی کی خدمت میں گذری

برّصغیر میں پہلی نمایاں شخصیت جس نے قرآن و حدیث کے علاوہ اس کی تدریس و تشہیر کی طرف بھرپور توجہ دی، حکیم الامّت، فیلسوفِ اسلام حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی ہے۔ شاہ صاحب جنہیں خدا نے عظیم صلاحیتوں سے نوازا تھا اور جنہیں وافر طریقے سے قوت نظری عطا فرمائی تھی، اس موہبت و نعمتِ الٰہی کی یوں قدر کی کہ اپنی تمام صلاحیتیں ملّت کی صلاح و فلاح کے لیے وقف کر دیں۔

ملّت جو اس وقت بری طرح گرداب کا شکار تھی اور جس کا مستقبل انتہائی تاریک نظر آ رہا تھا کو گرداب بلا سے نکالنے کے لیے شاہ صاحب نے مجددانہ عزیمت سے کام لیا اور پوری ہمت و قوت کے ساتھ میدان عمل میں کود پڑے۔

شاہ صاحب نے ایک عظیم اور حاذق حکیم کی طرح جو حالات کا جائزہ لیا تو انھوں نے محسوس کیا کہ قوم اللہ کی آخری کتاب اور قانونِ ہدایت قرآن کریم کے متعلق افسوسناک سرد مہری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ قرآن پڑھنے پڑھانے اور اس سے استفادہ کا مسئلہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ معمولی جرم نہ تھا۔ یہ کتاب تو ایسی ہے کہ جو اس سے لگائے اس کو ثریا تک پہنچا دیتی ہے اور جو تعلق منقطع کرے اس کو ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ الاماں

اِنَّ اللّٰہَ یرفعُ بھٰذا الکتاب اقواماً

وَّ یضعُ بہٖ آخرینَ

اس پر شاہد عدل ہے، یعنی اللہ رب العزت کئی اقوام کو رفعت و بلندی عطا فرماتے ہیں اس کتاب کے سبب اور بعض دوسری اقوام پستی کا شکار ہوتی ہیں تو اس کا سبب یہ کتاب ہوتی ہے۔ یعنی اس سے لاتعلقی۔

چنانچہ شاہ صاحب نے فوری کام تو یہ کیا کہ قرآن عزیز کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا اس لیے کہ اس دور کی قومی و سرکاری زبان یہی تھی اور پڑھا لکھا طبقہ اور بالخصوص وہ افراد جو [illegible] براہ راست استفادہ سے محروم تھے کہ اس ترجمے سے استفادہ کی راہیں کھلیں اور سچی بات یہ ہے کہ یہ قدم زبردست انقلابی قدم تھا جس سے تو بلند و بالا ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی اور یار لوگ شاہ صاحب کے درپے ہو گئے۔

علاوہ ازیں حدیث پر کام کیا اور اپنی تحقیق کے مطابق اصح الکتب بعد کتاب اللہ موطا کی شروح لکھیں پھر اپنے والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ میں تدریس کا بھی سلسلہ شروع کیا۔ اس سلسلہ کو آپ کے دور میں اور آپ کے خلف الرشید شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں اتنی قبولیت عامہ حاصل ہوئی کہ ایک سیاح نے اعتراف کیا کہ برصغیر کے چپہ چپہ میں کوئی عالم ایسا نہ ملا جو کسی نہ کسی طریقے سے اس چشمہ صافی سے سیراب نہ ہوا ہو۔ یہ روح آپ نے اپنی روحانی و معنوی اور جسمانی اولاد میں پھونکی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ متعلقین خدمت میں لگ گئے اور ہر کسی نے اپنے اپنے انداز سے خدمت کی۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے تحریک کی مجموعی قیادت سنبھالی تو شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین نے بدلے ہوئے حالات کے پیش نظر اردو میں قرآن کے تراجم کیے اول الذکر نے با محاورہ ترجمہ کیا اور مختصر حواشی لکھے، لیکن بے مثال اور ترجمہ تو ایسا ہے کہ بقول مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اردو میں قرآن نازل ہونے کی صورت میں یہی زبان ہوتی۔ جبکہ شاہ عبدالقادر نے مزید یہ کیا کہ تحریک کے رجال کار کی تربیت و تعلیم میں بھائی کا ہاتھ بٹایا مثلاً امیر المجاہدین السید احمد بریلوی قدس سرہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی اور شاہ رفیع الدینؒ نے لفظی ترجمہ کیا۔ یہی دو تراجم آج تک تمام تراجم کی بنیاد ہیں۔

یہ سلسلہ خیر بدستور جاری رہا تا آنکہ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کا سنہری دور آیا۔ مادر علمی دیوبند کے اس محدث کبیر نے اگر ایک طرف ریشمی رومال جیسی تحریکوں کے ذریعہ تحریک مجاہدین کا کام آگے بڑھایا تو دوسری طرف مالٹا کی یخ بستہ فضاؤں میں بیٹھ کر ترجمہ قرآن کی نیو اٹھائی، تاہم بنیاد شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ تھا۔ البتہ گذرے ہوئے دور کی نزاکت کے پیش نظر

مرکب شکل میں جدت پیدا کی۔ [illegible] بیدار ہو گئے [illegible] ۔ [illegible] مالٹا سے واپس آنے کے بعد [illegible] شیخ الہندؒ نے اندرونی حرارت سے [illegible] سرگرم عمل کرنے کے لیے مالٹا سے واپسی پر ایک بات [illegible] چونکہ شیخ الہندؒ عمر کی اس منزل میں تھے جو طبعی اور عادی طور پر آخری [illegible] ہو سکتی تھی اور ہو بھی گئی۔ اس لیے اس بات نے متعلقین کو اتنا [illegible] کیا کہ وہ استاذ و شیخ کے مشن کے مدۃ العمر پاسبان و خادم بن گئے حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے عزیزوں کو فرمایا۔

[illegible] مسلسل سوچ و فکر کے بعد ملت کی زبوں حالی کے دو بنیادی سبب سامنے آئے قرآن سے بُعد و دوری اور آپس کی بے اتفاقی۔

اور پھر خدمت قرآن کا وسیع سلسلہ قائم کرنے کا عزم کیا۔ انہیں [illegible] نہ ملا۔ جلد ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ البتہ عزیز خدام نے استاذ [illegible] خواہش کو پورا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

محمودی آب زلال سے جن بلانوشان محبت نے جرعہ ہائے عشق [illegible] پیے ان میں سے ہر ایک نے خدمت قرآنی میں بھرپور دلچسپی [illegible] اور اس سلسلہ میں اس طائفہ حق و صداقت کی خدمت کا دفتر تیار کرنا [illegible] سہل نہیں۔ البتہ میں اگر یوں کہوں کہ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری نے سب سے زیادہ خدمت کی اور استاذ کی خواہش کی تکمیل کے لیے زندگی کھپا دی تو مبالغہ نہ ہوگا مولانا سندھی کے متعلق واضح ہے کہ انھوں نے دہلی سے لے کر کابل اور کابل سے لے کر ماسکو اور وہاں سے ترکی اٹلی اور مکہ معظمہ زادھا اللہ شرفاً تک ہر مقام پر قرآن ہی کو سینہ سے لگایا اور اسی کتاب کی مقدس تعلیمات سے خلق خدا کو فیض یاب کیا۔ ۲۵ سال کا طویل عرصہ جس میں مولانا اپنے استاذ کی تحریک کے نمائندے کے طور پر ایک دنیا میں گھومے تھے یہی ایک کام تھا یعنی استاذ کے مشن کی خدمت۔

رہ گئے حضرت لاہوری تو اس دن سے لے کر جس دن نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کا چارج آپ نے سنبھالا، آخری دم تک کام ہی یہ کیا اور شرعی عذر کے سبب کبھی ناغہ ہوا ہو تو میں اس کی قسم نہیں کھاتا، لیکن اس کے بغیر زندگی کے تمام نشیب و فراز میں ایک منٹ کا بھی تعطل آپ کو نہیں ملے گا۔

سفر زندگی میں جیل کے مراحل بھی آئے اور اس حقیقت کے باوجود کہ وہ ہر اعتبار سے سچے اور مخلص تھے، لیکن حکومت تو انہیں اپنا دشمن سمجھتی اور اسی بنیاد پر جیل ڈالتی۔ دشمن کے لیے مراعات کا سوال ہی نہیں اس لیے یہ سوچنا کہ جیل میں آپ کے لیے درس و تدریس اور مطالعہ قرآنی کا اہتمام کیا گیا ہو غلط ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر کبھی قدرت نے ایسے اسباب پیدا کر دیے جن کے پیش نظر آپ یہ خدمت سرانجام دے سکتے تھے تو دشمن نے رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی اور چونکہ آپ بہرحال قیدی تھے اور وہ قانون کا نگران و محافظ تھا اس لیے اس کی کامیابی بدیہی تھی، لیکن جب جذبہ صادق ہو اور عزم ہو کہ میں نے فلاں کام کرنا ہے تو مادی رکاوٹوں کا دور ہونا عین ممکن ہے اور خدا ایسے لوگوں کی اس انداز سے امداد کرتا ہے جو انسانی وہم و خیال سے بھی بالاتر ہوتی ہے اور اسی کا نام ہے۔

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

آپ کے منجھلے صاحبزادے اور جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہم سمیت متعدد واقفان حال سے یہ قصہ میں نے سنا کہ ایک مرتبہ جیل میں ایسی ہی صورت پیدا ہوئی کہ آپ کو چکی میں رکھا گیا اور تنہا اردگرد کی چکیوں میں جو قیدی تھے وہ غیر مسلم۔ رات دن میں کسی وقت بھی باہمی ملاقات کی اجازت نہ تھی۔ ایسے میں ذہن پر بوجھ تھا کہ درس کا ناغہ ہوگا جو افسوسناک ہے۔ اسی سوچ میں تھے کہ قدرت نے رہنمائی کی۔ ساتھ کی چکی کا ہندو بنگالی جو دہریہ ہو چکا تھا کو کسی طرح تیار کیا۔ اب ہر دو حضرات دروازے سے لگے ہوتے ہیں اور درس ہو رہا ہے، حتیٰ کہ سورۃ بقرہ کا تیسرا رکوع شروع ہو گیا جس میں اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کو مخاطب کر کے دعوت توحید دی ہے اس کے لیے یہ بات باعث حیرت تھی کیونکہ اس کا تجربہ تھا کہ ہر کتاب اپنوں کو ہی پکارتی ہے۔ اب اس نے عمومی سطح پر دعوت حق سنی تو بصد خوشی مسلمان ہو گیا۔ ابتداء میں لاہور کا مسئلہ نازک تھا آپ یہ نہیں لائے گئے تھے۔ سرکار برطانیہ کے مجرم تھے اور سزا میں لاہور کا قیام تجویز ہوا۔ سندھ، دہلی وغیرہ جہاں قدیم سے تعارف تھا۔ آنے جانے کی اجازت نہیں قیام کیونکہ ہو یہ لاہور ان کے لیے نیا یہاں کسی سے جان پہچان نہیں۔ تھانہ نولکھا کے اس شاہی مہمان کو زر ضمانت کے ساتھ ساتھ دو ضامن پیش کرنے ہیں، لیکن لاہور کی عظیم آبادی میں اس گوہر نایاب کو جسے قدرت نے اس کی اصلاح کے لیے بھیجا تھا کوئی نہیں جانتا یہ مرحلہ جیسے کیسے طے ہوا۔ تو حضوری خیال خدمت قرآن کا تھا۔ بنیادی طور پر آپ نظر بند ہی تھے۔ ملنے ملانے کی اجازت نہیں۔ تعارف و شناسائی نہیں جوں توں کر کے ایک دو آدمیوں سے جوڑ ہوا تو درس شروع ہو گیا۔ اور ہجرت کابل سے واپسی پر جب انجمن خدام الدین بنی اور کام منظم ہوا تو پھر لاہور میں وہ ہی رہتے۔ حتیٰ کہ پورا پنجاب سرحد و سندھ اور برصغیر کا چپہ چپہ بلکہ اقصائے عالم سے لوگ کشاں کشاں آتے اور اس خادم قرآن سے استفادہ کیا۔ انجمن کا ریکارڈ گواہ ہے کہ کون کون آیا اور کہاں کہاں سے آیا۔

اندازہ لگائیں کہ اللہ نے اس ایک انسان سے کتنا کام لیا۔ درس عام ہے جس میں عام لوگ شامل ہیں اور اس میں آپ سادہ اور آسان زبان میں رموز و مطالب قرآن بیان فرماتے ہیں۔ درس خاص ہے جس میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور اس قسم کے لوگ شامل ہیں لیکن آپ حیران ہوں گے کہ اسلوب درس ایسا ہے کہ جدید تعلیم کے پیش نظر جو کانٹے دل کی پھانس بنے ہوئے تھے اور شکوک و شبہات کی گھٹاؤں نے جس طرح اندھیر گردی مچا رکھی تھی اس کا خود بخود علاج ہو رہا ہے اور جو ایک دفعہ آگیا۔ محروم نہ رہا۔ آپ نے قرآن اس طرح دنیا کو سمجھایا کہ جذبہ عمل بیدار ہو جائے۔ ایک زندہ اور انقلابی کتاب کی صورت میں قرآن کے درس نے نیچریت سمیت کئی ایک باطل تحریکوں کے پھیلائے ہوئے جراثیم کا قلع قمع کر دیا۔ مودودی صاحب کی فکر کج ہو یا پرویز کی گمراہانہ سوچ سب کا علاج و اصلاح ہو رہی ہے اور ہر بات قرآن کی روشنی میں۔ سال میں ایک کلاس وہ ہے جس میں مدارس اسلامیہ کے فضلاء کا جمگھٹا ہوتا ہے اور طلبا چاروں طرف سے کھچے چلے آتے ہیں۔ اس دورہ کی اہمیت کا ایک زمانہ معترف ہے اور یہی وہ دور ہے جس میں شامل ہونے کے لیے شیخ الاسلام والمسلمین امام العصر حضرت السید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز زبردست ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

کہ میاں تکمیل علم شیرانوالہ میں ہوگی

اس دورہ کے اختتام پر طالبان قرآن کو اسناد ملتی ہیں جو محدث کبیر حضرت العلام السید محمد انور شاہ کاشمیری، حضرت مدنی، حضرت سندھی مولانا عثمانی رحمہم اللہ کی دستخط شدہ ا حضرت لاہوری کے اپنے مبارک دستخط بھی ہیں اور قاری محمد طیب صاحب قبلہ کے بھی۔ اب جبکہ حضرت لاہوری اور یہ بزرگ سوائے حضرت قاری صاحب (خدا ان کو سلامت رکھے) دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ جب بھی بطور تبرک ان دستخطوں کے فوٹو شامل اسناد ہیں اور امیر انجمن کے طور پر مولانا عبید اللہ انور کے دستخط ثبت ہوتے ہیں۔

یہ سلسلہ حضرت والا کے بعد امیر انجمن کی زیر نگرانی جاری ہے۔ اور مختلف متعلقین خدمت سرانجام دیتے ہیں حضرت مولانا انور تعلیم کا کام کرتے ہیں اور ان کی شدید مصروفیات کے دوران پہلے مولانا محمد اسحٰق اور اب مولانا حمید الرحمٰن نے خدمت سرانجام دی۔ یہی درس ہے جس کے لیے امسال قائد محترم استاذنا المکرم مولانا مفتی محمود لاہور تشریف لاتے اور تمام مصروفیات کو وقتی طور پر ترک کر کے اس سلسلہ خیر میں مصروف ہیں اور میرے خیال میں یہ انہی کا کام تھا۔ کیونکہ حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے مشن اور ان کی تحریک کے علمبرداروں میں اس وقت مفتی صاحب کی ذات بڑی اہم ہے۔ جمعیۃ کے دورہ جدید میں مفتی صاحب نے ان کی نیابت میں کام کیا اور سہل انگار لوگوں کے سبب جو جماعت مردنی کا شکار تھی اس کو قوت عمل سے حیات نو بخشی۔

بہرحال اس کے ساتھ حضرت نے عام فہم زبان میں قرآن کا ترجمہ لکھا سورہ آیات کا خلاصہ لکھا یہ ایسی خدمت ہے جسے ہر مکتب فکر کے ذمہ دار لوگوں نے بنظر استحسان دیکھا۔ سندھ کے علاقہ میں کتاب مقدس کی تعلیمات سے لوگوں کو بہرہ ور کرنے کے لیے اپنے مربی و شیخ حضرت مولانا تاج محمود امروٹی قدس سرہ العزیز کا سندھی ترجمہ بار بار چھپوایا۔ اپنا ترجمہ اور تفسیر بار بار چھپا۔ اب ختم تھا تو اہل ہمت نے موجودہ امیر انجمن کی قیادت میں بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ وہ تیاری کے مراحل میں ہے۔

الغرض شیخ التفسیر قدس سرہٗ کے اس عظیم فرزند روحانی نے تنہا محنت و کوشش سے قرآنی مشعل کو اس انداز سے جلایا کہ آج اس کی روشنی سے ایک جہان منوّر ہے۔

قدرت نے اس خادم قرآن کو رمضان کی مبارک ساعتوں میں ہی اپنے ہاں واپس بلایا کیونکہ اگر رمضان و قرآن میں گہری مناسبت ہے تو احمد علی اور قرآن بھی لازم و ملزوم تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کے متعلقین و متوسلین اور عقیدت مند آپ کے حضور خراج عقیدت اسی طرح پیش کر سکتے ہیں کہ وہ قرآن کے ہو جائیں۔ قرآن پڑھیں پڑھائیں اس کے درس و تدریس کا اہتمام کریں اور اپنی زندگیاں اس کے سانچے میں ڈھال لیں اور اس کے بغیر دعوٰی عقیدت فریب نفس ہے اور کچھ نہیں۔

اللہ تعالیٰ شیخ لاہوری جیسے عظیم انسانوں کے صدقہ ہمیں اپنی مرضیات کا پابند بنائے۔

قطب زماں، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

کی

چند خصوصیات

مرسلہ: عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

(۱) اولاً: وہ ایک راسخ العقیدہ صوفی تھے زہد و تقوٰی اور عبادت و خشیتِ الٰہی میں خلوص کا مجسمہ تھے۔ ریاکاری سے کوسوں دُور تھے ان کے ہاں جاہل صوفیاء کی بدعات و لغویات کا شائبہ بھی نہ تھا۔ ان کے تصوف میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے تصوف کا رنگ جھلکتا تھا۔ وہ شریعت، طریقت اور حقیقت فقط پیغمبر اسلام کی سُنت کو ہی قرار دیتے تھے اور اس سے ہر متصادم چیز مردود تھی وہ توحید الٰہی کے نشہ سے سرشار تھے۔ شرک و بدعت سے انھیں خوف آتا تھا اور اللہ اور اس کے رسول کا اتباع اُن کی زندگی کا مشن تھا۔

(۲) ثانیاً: اُن کے استاد حضرت مولانا عبیداللہ سندھی تفسیر قرآن میں ایک منفرد طرزِ فکر کے امام تھے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی علمی تحریک اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے فیض صحبت نے ان میں قرآن فہمی کا ملکہ پیدا کر دیا تھا اور وہ رازی و کشاف کی طرح قرآن کو فلسفہ و بلاغت اور منطق و علم الکلام میں اُلجھانے کی بجائے نئے انداز اور جدید تقاضوں کے مطابق دینی، سیاسی اور عمرانی نظریات کو بانداز جدید پیش کرتے تھے۔ یہی طریقہ تفسیر ہے جس کو برسوں سے حضرت مولانا موصوف مسلمانانِ پاکستان میں عام کر رہے تھے آیات قرآنی میں باہم ربط بیان کرتے۔ مشکلات کا سہل الفہم حل پیش کرتے اور تمام مضامینِ قرآن پر عبور کُلّی رکھنے میں اپنے معاصر عُلماء سے وہ ممتاز تھے۔ بڑے بڑے علماء ملک کے گوشہ گوشہ سے تفسیرِ قرآن سیکھنے کے لیے اُن کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ اس طرح قرآن پاک کو کماحقہٗ سمجھنے والے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد انھوں نے تیار کر لی تھی۔ پاکستان کی قدیم ترین اور اعلیٰ روایات کی حامل پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے بانی مبانی رُوحِ رواں اور استاد التفسیر بھی (علامہ علاؤ الدین صاحب) انہی کے فیض یافتہ ہیں۔

(۳) ثالثاً: وہ اکابر علماء حق کی آخری یادگار تھے۔ وہ علماء کی اس جماعت سے تعلق رکھتے تھے جس نے [illegible] ی میں ملّتِ اسلامیہ کی قیادت کی۔ جن کی جرأت ایمانی حق گوئی او [illegible] نے انگریزی سامراج کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دیں۔ حضرت مولانا مرحوم بھی ان سرفروش مجاہدین کی جماعت کے سپاہی تھے بلکہ قائد انھوں نے جہادِ آزادی اور راہِ حق میں قید و بند کی صعوبتوں سے لے کر جلاوطنی کی تکالیف اور مصائب برداشت کیے۔ بلاشبہ حضرت مولانا اپنے زہد و تقوٰی اور خلوص و پاک بازی میں سلفِ صالحین کی زندہ مثال تھے۔ ان کی مومنانہ فراست اور شانِ استغناء کو دیکھ کر اللہ رب العزت یاد آجاتے تھے۔

(۴) رابعاً: مرحوم کو علم و فضل اور تجربہ و بزرگی کی وجہ سے ایک مرکزی شخص کی حیثیت حاصل تھی اور علمائے اُمت کی مُعتد بہ اکثریت کو نہ صرف ان کی ذات پر اعتمادِ کُلّی تھا بلکہ والہانہ عقیدت بھی تھی۔ اس لحاظ سے وہ ملّتِ اسلامیہ کے باہمی اتفاق و اتحاد کا ذریعہ تھے اور اس تعمیری دور میں علماء کو ان کی قیادت کی ضرورت تھی، لیکن افسوس کہ موت کا پیغام آگیا۔

(۵) خامساً: مولانا مرحوم ایک متبحر عالم دین ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ علوم قرآن و حدیث میں انہیں کامل دسترس تھی۔ انہوں نے قرآن کا ترجمہ و تفسیر لکھی۔ ان کی تفسیر کی امتیازی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے ہر سورت کے شروع میں اس کے موضوعات اور عنوانات کو جمع کر دیا ہے آیات اور سورتوں کا باہمی ربط واضح کر دیا ہے اور قرآن کے شروع میں مضامین کے الفاظ سے فہرست مرتب کر دی ہے جو قرآن کے طالب علم کے لیے بڑی سہولت کا باعث ہے۔

اس کے علاوہ معارفِ قرآن و حدیث اور اسلامیات کے مختلف عنوانات پر انھوں نے سینکڑوں رسائل اور کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی سرپرستی میں رسالہ خدّام الدین برسوں سے شائع ہو کر دینِ اسلام کی خدمت کر رہا ہے۔

بہر صورت علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت میں ان کی بے لوث خدمات اور اصلاح المسلمین کے لیے ان تھک کوششیں یقیناً قابلِ قدر اور ناقابلِ فراموش ہیں۔

(۶) سادساً: آپ قطبِ زماں بھی تھے۔ آپ قادریہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ ممدوح کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں خرچ

(باقی صـ ۲۲ پر)

حافظ بشیر حسین حامد

روزہ کے آداب

علماء نے روزہ کے کچھ آداب ذکر کیے ہیں۔

نگاہ کی حفاظت کرنا

یعنی نگاہ کو ہر اس چیز کے دیکھنے سے باز رکھنا جو آدمی کے دل کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہو۔ مثلاً سینما دیکھنا، غیر محرم عورت پر قصداً نظر ڈالنا۔ اپنی شرم گاہ کو دیکھنا غیر محرم عورت کی تصویر بھی اس میں شامل ہے۔ اسی طرح عورت کا غیر محرم مرد کو قصداً دیکھنا، یا غیر محرم مرد کی تصویر دیکھنا وغیرہ ان سب باتوں سے پرہیز لازمی ہے۔ ٹیلی ویژن بھی اس میں داخل ہے۔

زبان کو لگام دینا

یعنی زبان کو ضرورت سے زائد بات سے روک دینا۔ مثلاً جھوٹ، چغل خوری، غیبت، بہتان، گالی گلوچ، بیہودہ مذاق وغیرہ ان سب چیزوں سے بچنا چاہیے اور فضول باتوں کی بجائے ذکر الٰہی، درود شریف اور استغفار سے زبان تر رہنی چاہیے۔

کان کی حفاظت کرنا

یعنی کانوں کو ہر اس چیز کے سننے سے باز رکھنا جن سے زبان کو اجتناب ضروری ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ کانوں کا صحیح استعمال یہ ہے کہ تراویح میں قرآن سننے اور قرآن و حدیث کے درسوں میں حاضری دے یعنی شامل ہو۔ سارا دن ریڈیو پر گانے سنتے رہنا روزہ کے آداب کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس میں غیر محرم عورت ہی تو گاتی ہے۔ جو آپ کے دل کو بھاتی ہے۔

باقی اعضاء بدن پر کنٹرول کرنا

یعنی ہاتھ پاؤں، دل و دماغ، پیٹ اور شرم گاہ وغیرہ کو اللہ کے حکم کے مطابق رکھے۔ تفصیل نیچے دیکھیں۔

۱۔ ہاتھ: ہاتھ کو چوری، ڈاکہ، قتل اور ایذا رسانی سے بچائے۔ نیز جوا نہ کھیلے۔

۲۔ پاؤں: پاؤں کو ہر اس طرف نہیں جانا چاہیے، جہاں کہ ہاتھ اور زبان کسی کو تکلیف پہنچانے کا قصد رکھتے ہوں یا جس میں کم از کم اپنا ہی نقصان ہو۔ ہاتھ اور زبان کے جو فعل اوپر ذکر کیے گئے ہیں وہی یہاں مراد ہیں سینما کو جانا اسی ضمن میں آتا ہے۔

۳۔ دل و دماغ: یعنی دل میں غلط قسم کی خواہشات نہ آنے دے اور دماغ کو ان کے سوچنے سے باز رکھے۔ دماغ ہی خیالات کا مرکز ہوتا ہے۔ تو جس چیز پر آدمی کی نظر پڑتی ہے اس کا عکس ذہن میں پڑتا ہے۔ ذہن اس کے متعلق سوچتا ہے۔ اب اگر ذہن نے اس کو قبول کر لیا تو وہ خیال وہاں سے دل کی طرف چلتا ہے۔ اب اگر دل پر بھی اس کا اثر ہو گیا تو وہ خیال عملی صورت میں جسم سے سرزد ہو جاتا ہے۔ پس جس چیز کو آنکھ نے نہ دیکھا تو جسم اس کی شر سے محفوظ رہا۔ دل و دماغ کی قوت اس غلط سوچ پر ضائع ہونے سے بچ گئی۔

۴۔ پیٹ: پیٹ کو حرام مال سے بچائے۔ حرام مال وہ ہوتا ہے جو خون پسینہ ایک کیے بغیر ہاتھ آجائے جس کی مثالیں رشوت، چوری سود ڈاکہ اور رہزنی وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں پر حرام ٹھہرایا ہے۔ مثلاً شراب، سؤر کا گوشت، مردار اور ہر وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

۵۔ شرم گاہ: شرم گاہ سے دو گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ ۱۔ لواطت ۲۔ زنا دونوں کے متعلق قرآن و حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ 'زنا' ہے۔ مومن کو اس کے نزدیک تک نہیں بھٹکنا چاہیے۔

غرضیکہ جسم کا ہر عضو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق استعمال ہو۔ اور کسی طور پر بھی شیطان کو اپنے اوپر خوش ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔

اس نمبر میں دو باتیں آتی ہیں۔

۶۔ افطاری حلال مال سے کرنا: روزہ کی قبولیت کی ایک شرط یہ بھی

ہے کہ افطاری حلال مال سے ہو۔ حلال وہ چیز ہے جو اپنی محنت سے حاصل کی گئی ہو۔ کیا کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ سارا دن محنت و مزدوری کرے اور پھر اس کو صلہ نہ ملے، مزدوری نہ ملے ..... نہیں ..... تو پھر ہر شخص کو حلال کی روزی تلاش کرنی چاہیے۔ چاہے کم ہو کہ اس میں برکت ہوتی ہے حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقط سؤر اور کتے ہی حرام نہیں ہوتے بلکہ دودھ اور گوشت بھی حرام ہو سکتے ہیں۔ اللہ کو منظور ہو تو تھوڑا رزق بھی بہت بن جایا کرتا ہے اور اگر برکت نہ ہو تو رزق کی بہتات ہوتے ہوئے بھی ہائے ہائے نہیں جاتی اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔

کم کھانا: روزہ کے آداب میں ایک ادب یہ بھی ہے کہ کم کھایا جائے۔ کیونکہ زیادہ کھانے سے انسان زیادہ سست ہو جاتا ہے اور اس طرح آدمی عبادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اندازے کا کھانا چاہیے ہم لوگ غیر رمضان میں سارا دن اتنا نہیں کھاتے جتنا افطاری اور سحری میں کھا جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں ہمیں نیند بہت زیادہ آتی ہے

اللہ کا خوف

پچھلے پانچ آداب کا لحاظ کرتے ہوئے بھی اس بات پر فخر نہ کرنا چاہیے کہ اس کا روزہ مقبول ہے۔ کسے کیا خبر کہ اس کے روزے میں ایسا نقص رہ گیا ہو جو اسے معلوم نہ ہو۔ پس اگر کوئی پانچ آداب اچھی طرح بجا لائے تو ساتھ ساتھ اللہ کا خوف بھی رکھنا ضروری ہے۔ یاد رکھو! جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو وہ کامیاب ہے۔ کیونکہ اللہ کا خوف ایک ایسی چیز ہے جو آدمی کو گناہ کے قریب بھٹکنے نہیں دیتی اس خوف کی وجہ سے آدمی اس کے قوانین کا مطیع ہو جاتا ہے اور سارے کام اس کے حکم کے مطابق کرتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ اگر کوئی نہیں دیکھتا تو وہ ایک خدا تو دیکھ رہا ہے اور اس کے فرشتے میری ہر ہر حرکت اپنے پاس نوٹ کر رہے ہیں جو قیامت کے دن [illegible]

بقیہ: چند خصوصیات

ہوتا۔ روزانہ درس قرآن ہوتا۔ جمعرات کو بلاناغہ مجلس ذکر منعقد کی جاتی جس میں یہ خطیب بے مثل رشد و ہدایت کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو کر سلوک و معرفت کے حسین و جمیل جواہر کی بارش برساتا۔ علم کا یہ سمندر عمل کا یہ پہاڑ اور نور و ہدایت کا سرچشمہ اپنے دیئے سے مادیت کے اس بھیانک دور میں روحانیت کے چراغ جلاتا رہا۔ تزکیہ نفس اور علو مرتبہ کا اندازہ لگانا ہو تو قطب عالم حضرت مولانا سید تاج محمود صاحب امروٹی قدس سرہ اور سید الاولیا حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوری قدس سرہ کی شان ولایت اور

قرب و معرفت کا تصور کافی ہے جن کے ابر کرم سے حضرتؒ کے قلب صافی پر چالیس برس تک انوار و برکات کی بارش ہوتی رہی۔

آپ کے ۴۲ خلفاء ہیں، آپ شیخ کامل تھے، آپ سلوک و معرفت کے آفتاب تھے۔ حضرت مولانا مرحوم خلق خدا کی خدمت کرتے تھے۔ اس لیے کہ انہیں اپنے خالق کی خوشنودی مقصود تھی اور وہ ریاکاری سے دور تھے۔ کیونکہ ان کے دل میں خوف الٰہی جاگزیں تھا۔ وہ عمر بھر حدیث و سنت کی ترویج و اشاعت میں منہمک رہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کی شفاعت کے طالب تھے۔ وہ دین اسلام کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر تن من دھن کی بازی لگانے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے تھے کیونکہ وہ اپنے پروردگار سے بخشش اور مغفرت کی بھی آرزو رکھتے تھے۔ وہ ملت اسلامیہ کی زبوں حالی اور مسلمانوں کو رسومات میں الجھا ہوا پا کر خون کے آنسو بہاتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے ان کے سینہ میں ایک درد بھرا دل رکھا تھا۔ مسلمانوں کو خوشحال اور اسلام کو اپنی اصلی شکل میں نافذ دیکھنا چاہتے تھے

آج مولانا اگرچہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کے اعلیٰ کارنامے اور عظیم قومی دینی خدمات ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ انھوں نے علم و عرفان کا جو چشمہ جاری کیا تھا۔ اس سے قیامت تک دنیا فیضیاب ہوتی رہے گی اور لوگوں کے دلوں سے کبھی محو نہ ہو نگی۔ چنانچہ ۱۲ سال کے عرصہ سے اب تک یہ چشمہ بفضلہ تعالیٰ جاری و ساری ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ است بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

بقیہ: روزہ

الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے، رمضان کی حدود کو پہچانا اور اس کے آداب کی حفاظت کی تو اس کا یہ عمل پہلے گناہوں کا کفارہ ہے۔ ابن ابی شیبہؒ، نسائیؒ اور بیہقیؒ

ہزار ماہ سے بہتر رات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا، میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں تمہارے پاس ماہ رمضان المبارک آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے اور اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ [illegible]

"نظر بندی"

جو اشاعتِ دین کا باعث بنی!

چوالیس برس پہلے مولانا احمد علی کو شیرانوالہ دروازہ کے قریب پولیس لائن میں نظر بند کر دیا گیا تھا یہ نظر بندی یہاں دین کی تبلیغ و اشاعت کی ایک توانا تحریک کا باعث بن گئی نصف صدی پہلے اس آبادی میں بعض بدکردار افراد محض عیاشی کے لیئے مکان کرایہ پر لے لیا کرتے تھے۔ آج وہاں قرآن اور حدیث کے غلغلے ہیں، اس طویل مدت کے دوران درس قرآن میں کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ طالبات کیلئے دینی اور صنعتی تدریس کا الگ انتظام ہے۔

آنکھیں بند کر کے ذرا تصور کیجئے — چوالیس برس کا طویل زمانہ — مسلسل تبلیغ دین اور اشاعت قرآن و سنت میں بسر ہو جائے۔ اس پر بھی عجز و انکسار کی یہ کیفیت ہو کہ جب مدرسۃ البنات کی فارغ التحصیل کسی طالبہ کو سند جاری کریں تو اس کے الفاظ یہ ہوں:-

"مجھ ایسے ذرہ بے مقدار، غفلت شعار، گناہ گار سیاہ کار سے اپنی ستاری کے پردہ میں پناہ دے کر قرآن مجید کی اشاعت کی اس طرح خدمت لی جس طرح مکھی سے ایسا شہد پیدا کیا جس سے ساری دنیا متمتع ہو کر شفا پائے" — یہ اس سند فراغت کا اقتباس ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب بانی انجمن خدام الدین و مہتمم مدرسۃ البنات جاری کرتے ہیں۔ مدرسہ قاسم العلوم اور انجمن کے اشاعتی اور تبلیغی شعبوں کی تاریخ مرتب ہو رہی تھی۔ تو آپ نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا "میرا نظریہ ہے کہ برکت صرف رضائے الٰہی کے کاموں میں ہوتی ہے۔ معاوضہ سے یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ میرے چندہ وصول کرنے کے کام پر کوئی سفیر مامور نہیں میں اپنے استاد گرامی مولانا عبید اللہ سندھی سے عہد کر چکا ہوں کہ زندگی بھر کلام اللہ کی خدمت کروں گا، چنانچہ میں اپنے اس عہد پر قائم ہوں"

حضرت مولانا احمد علی ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم جلال اور گلونڈی کے پرائمری سکول میں حاصل کی قرآن مجید والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ دینی تعلیم کی ابتدا اس زمانہ کے مشہور مدرس مولانا عبدالحق صاحب سے کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے حلقہ تلمذ میں داخل ہو گئے حضرت مولانا سندھیؒ نے آپ کو اپنی فرزندی میں بھی لے لیا۔ ابتدائی عمر کا بیشتر حصہ مولانا سندھیؒ کی صحبت میں صرف گزارا ۱۹۱۰ء میں آپ حضرت مولانا سندھیؒ کے ہمراہ دہلی گئے اور ان کے خصوصی درس نظارت المعارف القرآنیہ میں شرکت کی جب مولانا سندھیؒ کابل تشریف لے گئے تو حضرت مولانا احمد علی نے ان کی نیابت کی اور عہد لیا کہ زندگی بھر کلام اللہ کی تدریس کو جاری رکھیں گے آپ کے پاس مولانا سندھی کے درس قرآن کی تقاریر سولہ کاپیوں میں محفوظ و موجود ہیں۔

ریشمیں خطوط کی سازش کے سلسلہ میں مولانا احمد علی صاحب کو دہلی سے عین اس وقت گرفتار کر لیا گیا۔ جب آپ نظارۃ المعارف القرآنیہ میں درس دے رہے تھے دہلی سے شملہ جیل، جالندھر جیل اور راہوں شہر میں نظر بند رکھا گیا۔ آخر ۱۹۱۷ء میں مستقل طور پر لاہور میں نظر بند کر دیئے گئے۔ مولانا احمد علی صاحب لاہور میں اپنے

ابتدائی ایام کی روئیداد ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

میں ۱۹۱۷ء میں لاہور آیا اتفاق ایسا ہوا کہ مجھے شیرانوالہ دروازہ کے باہر مستری اللہ دتہ مرحوم کے مکانوں میں رہائش کیلئے مکان کرایہ پر ملا۔ اور یہیں مسجد لائن والی میں نماز پڑھنے آتا رہا۔ اور یہیں قرآن مجید کا درس دینا شروع کر دیا ۱۳۳۹ ہجری میں مع اہل و عیال یہاں سے ہجرت کر کے کابل چلا گیا۔ امیر کابل اور انگریزوں کے درمیان صلح ہو گئی۔ تو ہندوستان واپس آیا۔ واپس آ کر پھر مسجد لائن سبحان خاں میں درس قرآن مجید شروع کر دیا ۱۳۴۰ھ میں انجمن خدام الدین کی بنیاد رکھی۔ حاجی فضل دین ایک باخدا بزرگ تھے۔ انجمن کے رکن ہو گئے۔ مسجد کی توسیع کے علاوہ انہوں نے مسجد کے دروازہ اور ڈیوڑھی کے اوپر طلبہ کیلئے کمرہ بنوا دیا ان کے صاحبزادے مستری عبید اللہ کا کہنا ہے کہ جب میرے والد حاجی فضل الدین نے رہائشی مکان خریدا تھا اس وقت ہمارے مکان کے سوا اس محلہ میں مسلمانوں کے صرف دو تین گھر تھے۔ باقی سب مکانات ہندوؤں کے تھے پولیس یہاں سے اٹھ گئی تو اس مسجد میں باقاعدہ نماز میرے والد صاحب کے سوا اور کوئی نہیں پڑھتا تھا اس محلے میں بہت سے بدمعاش بدکاری کرنے کے لئے ہندوؤں سے مکان کرایہ پر لے لیتے تھے۔ جب مولانا احمد علی یہاں آئے تو بفضل تعالیٰ مسلمانوں کی آمد و رفت بڑھتی گئی۔

ان دنوں کسے معلوم تھا کہ حضرت مولانا احمد علی کی لاہور میں نظر بندی ملک کے اس خطہ میں ایک عظیم قرآنی تحریک کا موجب بنے گی۔ حضرت مولانا اسی ہفتے ہوائی جہاز سے اپنے فرزند مولانا حبیب اللہ صاحب کے پاس مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں۔ مولانا حبیب اللہ مسجد نبوی میں درس دیتے ہیں مولانا عبید اللہ انور اور حافظ حمید اللہ صاحب لاہور میں تدریسی اور تبلیغی فرائض انجام دیا کرتے ہیں۔ مولانا انور سفر ارض مقدس میں مولانا احمد علی کے ساتھ ہیں۔

۱۹۱۷ء سے آج تک عمومی درس قرآن مجید جاری ہے۔ یہ درس فجر کی نماز کے ایک گھنٹہ بعد ہوتا ہے اور کسی حال میں بھی ناغہ نہیں ہوتا۔ کچھ عرصہ پہلے حضرت مولانا علیل تھے۔ پھر بھی سواری میں بیٹھ کر مسجد تشریف لاتے رہے۔ رمضان المبارک میں سہ ماہی درس تفسیر ہوتا ہے۔ اس میں پاک و ہند کے دینی مدارس کے فارغ التحصیل شریک ہوتے ہیں۔ اس درس تفسیر کا اسلوب یہ ہے کہ ہر سورہ کا خلاصہ ہر رکوع کا ملخص اور خلاصہ کا ماخذ، ربط آیات کا بیان ہوتا ہے۔ یہ مدت تدریس روزانہ دو سے پانچ گھنٹے ہے۔ آخر میں تحریری امتحان ہوتا ہے۔ کامیاب ہونے والے اصحاب کو سند دی جاتی ہے۔ اس سند پر حضرت مولانا انور شاہ صاحب حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کے دستخط ہیں۔ منتخب طلبا کے لئے حضرت امام شاہ ولی اللہ کی مشہور تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" کا درس دیا جاتا ہے۔

مدرسۃ البنات القرآن ۱۹۴۵ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس مدرسہ میں دینی تعلیم کا ہشت سالہ خاص نصاب ہے۔ امور خانہ داری کی تعلیم، سلائی اور کشیدہ کاری کی تربیت نصاب میں شامل ہے۔ اس مدرسہ کی استانیوں میں سے بیشتر حضرت مولانا احمد علی کی شاگردہ ہیں۔ یہ نیک دل خواتین دس روپے ماہانہ سے بیس روپے ماہوار تک تنخواہ لیتی ہیں۔ صرف شعبہ خیاطی کی معلمہ کا مشاہرہ چالیس روپے ہے۔ محلہ کے بچوں کے لئے قرآن مجید حفظ و ناظرہ کا انتظام بھی ہے۔ ہر جمعرات کو نماز مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوتی ہے۔ کتب خانہ میں اڑھائی ہزار کے لگ بھگ کتابیں ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک مختلف عنوانات پر انجمن اپنی جانب سے چونتیس رسائل گیارہ لاکھ نو ہزار کی تعداد میں شائع کر چکی ہے اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی آٹھ رسالے شائع کر کے تقسیم کئے گئے۔ خدام الدین کے نام سے ایک ہفت روزہ بھی ہے۔ مدرسہ قاسم العلوم پر پچاس ہزار روپے صرف ہوئے۔ طالبات کے مدرسہ پر ۲۷ ہزار روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ ریاست بہاول پور کے ایک متمول صاحب خیر میجر اللہ دتا صاحب نے اپنی کوٹھی انجمن کو وقف کی۔ اس کے کرایہ سے طالبات کے مدرسہ کا خرچ پورا ہوتا ہے۔ ملک کے طول و عرض میں اس انجمن کے خاموش خادم اور حضرت مولانا احمد علی کے عقیدتمند ہزاروں افراد ہیں۔

یادِ رفتگاں

از قلم: عبدالعزیز بلوچ، ایم۔ اے

بلبل چہک رہا ہے ریاضِ رسول میں

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ہم برّصغیر کے مسلمان بحیثیت مجموعی زود فراموش واقع ہوتے ہیں۔ سلطان ٹیپوؒ، مسیح الملک حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری، رئیس الاحرار حسرت موہانی، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا ابو الکلام آزاد، ظفر علی خان، چودھری افضل حق، نواب بہادر یار جنگ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جدوجہد آزادی کو اگر تاریخ آزادی سے خارج کر دیا جائے تو برّصغیر کی سیاسی تاریخ میں بہت بڑا خلاء واقع ہو جائے گا۔

برٹش امپیریلیزم کے خلاف ان کی طویل اور صبر آزما جدوجہد کا اثر ہے کہ آج ہم آزادی کی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ یہ اکابر چند لوگ یہ آسمانِ آزادی کے درخشندہ ستارے بھلانے کی چیز نہ تھے۔ ان کو انگریز بھی نہ بھلا سکا۔ انہیں کا نام لے کر انگریز مائیں اپنے بچوں کو ڈرایا کرتی تھیں۔ انہیں کے زبان و قلم اور فہم و فراست سے انگریز بہادر کانپ جاتا تھا ع "ظفر علی کے قلم سے" "ربار پناہ" کہنے والا ایک انگریز گورنر ہی تھا اور امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا علاج "گولی اور صرف گولی" بتانے والا بھی برٹش امپیریلزم کا ایک نمائندہ تھا۔ بعض بزعم خود غلط سیاسی راہنماؤں نے جان بوجھ کر ان بزرگوں کے تذکروں کو نصابِ تعلیم سے باہر رکھا نتیجہ آج ہماری نئی نسل اپنے عظیم راہنماؤں کے نام اور کام سے ناآشنا ہے۔

امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ہمارے ایک محبوب سیاسی راہنما اور برّصغیر کے سب سے بڑے عوامی خطیب تھے اور اس کا اعتراف اس دور کے تین بڑے خطیبوں۔ نواب بہادر یار جنگ، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابو الکلام آزاد نے بھی کیا ہے۔

نواب بہادر یار جنگ نے فرمایا: "یہ شخص مقرر نہیں ساحر ہے۔ اسے کاش میں اسے مسلم لیگ میں لا سکتا۔" ان کی یہ خواہش پوری ہو جاتی۔ مگر "مٹی کے دیئے" اور "کھوٹے سکوں" نے ایک نہ چلنے دی۔

مولانا محمد علی جوہرؒ نے امیر شریعتؒ کی برتری کا اعتراف ان الفاظ میں کیا: "بخاری تم اپنی تقریر میں لوگوں کو جب قورمہ پلاؤ فراہم کرتے ہو تو انہیں یہ بھی کہہ دیا کرو کہ محمد علی کا روکھی سوکھی روٹی بھی قبول کر لیں۔"

اللہ تعالٰی نے شاہ جیؒ کو تقریر کرنے کا ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا کہ

بایہ و شاید

انہوں نے اکثر چار چار پانچ پانچ گھنٹوں اور بعض اوقات ساری ساری رات سامعین کو اپنی طلاقتِ لسانی سے مسحور کیے رکھا۔ یہ ان کی خطابت کا سحر تھا کہ سامعین کے دل ان کے دل کے ساتھ دھڑکتے تھے۔ وہ اس بات پر قادر تھے کہ اپنے سامعین کے جذبات کو اپنے جذبات میں ڈھال لیں۔ جب چاہیں نالہ آہ و فغاں جاری ہو جاتے اور جب چاہیں ہنسا ہنسا کر مخاطبین کے پیٹوں میں بل ڈال دیں۔ ان کی تقریر میں آبشار کی سی روانی اور تلوار کی کاٹ ہوتی تھی۔

حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے ایک موقعہ پر کہا تھا "شاہ جی تو اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں۔"

شاہ جیؒ کی تقریر ہندو اور سکھ بھی اسی ذوق و شوق سے سنتے تھے جس طرح کہ مسلمان۔ خاص طور پر جب اپنے لحنِ داؤدی سے تلاوتِ کلام پاک فرماتے تو ہندو بھی بے خود ہو جاتے تھے اور اسی قرآن خوانی کے باعث کئی غیر مسلم ان کے ہاتھ پر اسلام لائے۔

شاہ جیؒ کی اکثر تقاریر، انگریز دشمنی، ردِّ مرزائیت، قرآن فہمی اور قرآن خوانی کے گرد گھومتی تھیں۔ مگر وہ کسی موضوع کے پابند نہ تھے۔ ان کی تقاریر کے چیدہ چیدہ اقتباسات پیشِ خدمت ہیں۔ ان تقریری اقتباسات میں آپ ایک عالم کی فروح، ادیب کا بانکپن، شاعر کا حسنِ تخیل، مصوّر کی رنگینی، فقیر کا گداز، قلندر کا انداز، مجاہد کا ولولہ اور بادشاہ کی تمکنت پائیں گے۔ اسی رنگا رنگی کی بنا پر مولانا چراغ حسن حسرت (سندباد جہازی) نے شاہ جیؒ کی تقریر کو غزل سے تشبیہ دی ہے۔

(۱) ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ غیر ملکی طاقت سے خلاصی ہو۔ اس ملک سے انگریز نکلیں۔ نکلیں کیا؟ نکالے جائیں تب دیکھا جائے گا کہ آزادی کے کیا حظوظ ہوتے ہیں۔ میں کوئی

سپاہی ہوں۔ تمام عمر انگریزوں سے لڑتا رہا اور لڑتا
[illegible] تمام [illegible] میں [illegible] بھی میری مدد کریں تو میں ان کا منہ چوم
لوں۔ میں تو ان چیونٹیوں کو شکر کھلانے کو تیار ہوں جو صاحب
بہادر کو کاٹ کھائیں۔ خدا کی قسم! میرا ایک ہی دشمن ہے
[illegible] اس ظالم نے دو صرف مسلمان حکومتوں کی اینٹ سے
اینٹ بجا دی بلکہ خیرہ چشمی کی حد ہو گئی۔ کہ قرآن میں تحریف
کے لیے مسلمانوں میں ایک جعلی نبی پیدا کیا اور پھر اس خود
کاشتہ پودے کی آبیاری کی اور اب اسے چہیتے بچے کی طرح
پال رہا ہے۔"

۲۔ میں ان معنوں کا رلیڈ بھی چرانے کے لیے تیار ہوں جو برٹش
امپریلزم کی کھیتی کو ویران کرنا چاہیں۔ میں کچھ نہیں چاہتا۔ ایک
فقیر ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مرنا چاہتا
ہوں اور اگر کچھ چاہتا ہوں تو اس ملک سے انگریز کا انخلاء ....
دو ہی خواہشیں ہیں۔ میری زندگی میں یا تو یہ ملک آزاد ہو جائے
یا پھر میں تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں۔"

۳۔ "میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا
ہوں کہ میں قاسم نانوتویؒ کا علم لے کر نکلا ہوں۔ میں نے
شیخ الہند (محمود الحسنؒ) کے نقش قدم پر چلنے کی قسم کھا رکھی
ہے۔ میں زندگی بھر اسی راہ پر چلتا رہا ہوں اور چلتا رہوں گا۔
میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں۔ میرا ایک ہی نصب العین ہے۔
اور وہ برطانوی سامراج کی لاش کو کفنانا یا دفنانا۔ مجھے سبھی
سے پیار ہے۔ جب سے ہوش سنبھالا بس اپنا ایک ہی دشمن
سمجھا انگریز! میں اس کا دشمن اور وہ میرا دشمن۔ جب حشر
کے دن اٹھوں گا تو میرے پلے میں یہی ایک عمل ہوگا کہ میرے
اللہ! میں تیرے دشمن کا دشمن تھا۔"

۴۔ کتاب اللہ کی بلاغت کے صدقے جایئے۔ خود بولتی ہے کہ
میں محمد پر اتاری گئی ہوں۔ بابو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو۔
اسے پڑھا کرو۔ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی
طرح نہ سہی اقبال کی طرح۔ دیکھا اس نے قرآن کو ڈوب کر
پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلہ بول دیا۔ وہ تمہارے بتکدوں میں
اللہ اکبر کی صدا تھا۔

دنیا قرآن کو سمجھتی کیا ہے۔ میرے دل میں کئی مرتبہ یہ جذبات
ابھرے کہ میرا بس چلے تو میں آل ورلڈ ریڈیو اسٹیشن سے
ساری دنیا کے انسانوں کو اللہ کا پاکیزہ کلام قرآن مجید سناؤں
اور دنیا کو چیلنج کروں کہ قرآن کے مقابلے میں ایسی پاکیزہ کلام لاؤ۔"

۵۔ "اب میں یہ کہوں کہ قرآن کے دو جملے آپ کو سنانے
ہیں۔ مجھے یہی آتا ہے اور وہ تمہیں پسند نہیں۔ جو تم چاہتے
ہو وہ میرے پاس نہیں۔ کوئی نئی بات نہیں۔ وہی ایک بات۔
اسی کتاب کی بات جسے آج کل کی زبان میں فرسودہ نظام کہا جاتا
ہے ...... یہ فرسودہ نظام ہے؟ تم نے اسے پرکھا ہی
کب ہے جو یہ فرسودہ ہو گیا۔ تم کب اس کے قریب گئے ہو؟
تم نے اس کا چہرہ دیکھا ہی کب ہے۔ یہ سادی عمر صاحب"
کے دفتر میں جھک ماری اور اسلام کو کہا کہ اسلام فٹ نہیں
آتا۔ ارے کم بخت تو اسلام پر فٹ نہیں آتا۔ تیری فطرت اس
پر ٹھیک نہیں بیٹھتی۔ میرے پاس تو وہی ہے جو جامہ فٹ نہیں۔
کتر بیونت میں نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ کر سکتا ہوں کہ آپ کی کتر
بیونت کر کے فٹ کر دوں۔

لنگڑا، لولا، کبڑا، جس کا گھٹنا ٹوٹا ہوا۔ ٹخنہ نکلا ہوا۔ گردن پر سولی
پیچھے کبڑی۔ جاتا ہے درزی کے پاس اور کہتا ہے کہ سوٹ فٹ نہیں آتا....
بات تب ہے کہ سوال کا کروں آپریشن۔ گھٹنے کو ٹھوک بجا کر کردوں سیدھا
کبڑی پیٹھ پر ماروں لات اور وہ ہو جائے سیدھی اور پھر دیکھوں سوٹ
فٹ آتا ہے کہ نہیں (نعرے لگتے ہیں "امیر شریعت زندہ باد") دیکھیے میری
تقریر میں نعرے نہ لگتے۔ میں دونوں سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ نہ مردہ باد
کے قابل ہوں نہ زندہ باد کے لائق۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان میں
اذان دے رہا ہوں۔

علامہ خالد محمود کی تشریف آوری

جمعیۃ علماء اسلام کا جو تبلیغی وفد حضرت مولانا یوسف بنوری مدظلہ
کی ہدایت کے مطابق جنوبی افریقہ کے دورہ پر گیا ہوا تھا۔ اب
دورہ مکمل کرنے کے بعد رمضان کے دوسرے عشرے میں پاکستان
آ رہا ہے۔

اس وفد میں ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی
برمنگھم اور مولانا منظور احمد چنیوٹی شامل ہیں ان حضرات کا قیام
ایک ہفتہ ہوگا۔ علامہ خالد محمود سے رابطہ اور ملاقات کے لیے
حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ امیر انجمن خدام الدین اور
مکتبہ رشیدیہ شاہ عالم مارکیٹ لاہور سے رابطہ قائم کریں۔

مولانا عبید اللہ انور چیف ایڈیٹر نے پنیر خواجہ شوکت علی پرنٹر پبلشر نے [illegible] میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

بقیہ : اداریہ

اور ابھی حال ہی میں پانچویں ترمیم ہوئی ہے جس کا مسودہ اخبارات میں چھپا ہے۔ اس کو پاس کرنے کے لیے ضابطہ کی کارروائی روک کر ہنگامی بنیادوں کا سہارا لیا گیا۔ اور اسے فوری طور پر نافذالعمل قرار دیا گیا۔ اس ترمیم کا شکار دستور کی ۱۲ مختلف دفعات ہیں اور ہر دفعہ میں کئی کئی شقیں۔ اور جدول چہارم کی تبدیلی ترمیم اس پر مستزاد۔

● اس ترمیم میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے گورنروں کی تقرری کا مسئلہ شامل ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں عدالتوں کا دائرہ کار اس حد تک تنگ کر دیا گیا ہے کہ وہ "انتظامیہ کے صالح ترین" افراد کی مقدس خواہشات کی تصویب و تائید کرنے کا فریضہ سرانجام دینے کے سوا اور کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں گی۔

ان ترامیم کے علاوہ آپ صدارتی فرمان، آرڈیننس اور جاری کردہ ضابطوں وغیرہ کی فہرست ملاحظہ فرمائیں۔ تو آپ دنگ رہ جائیں گے اور یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ اسمبلی کی موجودگی میں اس طرح کی برق رفتاری کا مظاہرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر اسمبلی کا مصرف کیا ہے؟ جبکہ عام طور پر آرڈیننس اس قسم کے ہیں کہ اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے سے دو ایک روز قبل جاری کئے گئے یا ادھر اسمبلی کا اجلاس ختم ہوا ادھر آرڈیننس کی بارش شروع ہو گئی۔

اس سے

● آئین کی متفقہ حیثیت بالکل ختم ہو کر رہ گئی۔ اور بلا کسی جھجک یہ کہنا صحیح ہو گا کہ آج کا آئین ۱۹۷۳ء والا آئین نہیں۔

● ایک جماعت یا بالفاظ صحیح فرد واحد کو تحفظ دینے اور اس کے اختیارات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرنے کے لیے خوب خوب کوشش ہوئی لیکن ملک تاریکی، گھٹن اور تنزل و ادبار کا شکار ہو گیا۔

● آئین و قانون کی حکمرانی ختم ہو گئی اور آئین موجود ہونے کے باوجود بے آئینی کا دور دورہ ماننا پڑے گا۔

● یہی حالات ہوتے ہیں جب قوم میں مایوسی بڑھتی ہے۔ اور وہ آئین و قانون کا راستہ ترک کر کے احتجاج و تحریک کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ جیسا کہ ۱۹۶۸ء میں ہوا جب ایک مرد آہن کے اختیارات آج سے کہیں زیادہ تھے۔

ان تبدیلیوں پر اسمبلی کے اندر احتجاج ہوا، باہر محدود پیمانے پر احتجاج ہوتے (کیونکہ پابندیاں بہت ہیں) لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات!

ایسے میں ہم ملک کے اہل فکر و نظر کو دعوت دیں گے کہ وہ سر جوڑ کر بیٹھیں۔ اور ملک کی سلامتی، قوم کی خوشحالی، آئین کی حکومت کے لیے منظم اور بھرپور جدوجہد کا پیغام بنائیں اور اس طرح ملک کو مزید حادثات سے بچائیں۔

میرے خیال میں سب سے زیادہ ذمہ داری پارلیمنٹ کے ممبروں پر عائد ہوتی ہے جنہیں قوم نے کسی مقصد کے لیے چنا۔ وہ اگر نہ سنبھلیں تو ان کا حشر و انجام کل کے رفقاء سے مختلف نہ ہو گا۔ حزب اختلاف والے تو ہیں ہی مجرم!

خدا فہم صحیح نصیب فرمائے ۔

(۶۰)